سے بھی اسکی تعریف سے سکوت نہین کیا جا سکتا، بلکہ متعدد حیثیات سے اوسکو اردو ڈراما مین اصلاح اور ترقی کا نمونہ کہا جا سکتا ہی دار الاشاعت پنجاب لاہور سے طلب فرمایئے، قیمت ۸؍

مکاتیب اکبر، اکبر مرحوم کے خطوط کا ایک مجموعہ خواجہ حسن نظامی صاحب شائع کر چکے ہین، یہ ایک دوسرا مجموعہ ہے جس مین ۱۹۰۹ء سے ۱۹۲۲ء تک کے وہ خطوط ہین جنکو حضرت اکبر نے مرزا ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے نام لکھا تھا۔ ان خطوط مین زیادہ شعر و سخن کے تذکرے یا کاتب کے حالات و واردات کا بیان ہو خط کی ترتیب تاریخ وار ہے، جناب مرتب نے مختصر سے مقدمہ کے ساتھ خطوط کی فہرست لگا دی ہی اور ہر خط کے خلاصہ مضمون اور نوعیت کو ظاہر کر دیا ہی۔ مجلد عہ؍ غیر مجلد عہ؍ پتہ:۔ دائرہ ادبیہ لکھنؤ،

مسائل حاضرہ، جناب غلام نبی خانصاحب اڈیٹر انقلاب ایک انقلاب پسند اشتراکی ہین و مزدورون کے بہت حامی ہین، پر امن، اور بے تشدد تحریکون کے ہم نوا نہین، تمام کانگریسی لیڈرون سے اس لئے بیزار ہین، کہ اونکے خیال کے بموجب ان پر سرمایہ دارون کی طرفداری کا الزام ہی تحریک عدم تعاون کو وہ ایک مفید چیز سمجھتے ہین بشرطیکہ مزدورونکی عام ہمدردی اس کی پشت پر ہو، اور عدم تشدد کی قید نہ ہو، زیر تنقید رسالہ (مسائل حاضرہ) انھین کی تصنیف ہی، جس کے ذریعہ سے وہ ملک کو عموماً اور مزدورون اور کسانون کو خصوصاً سرمایہ داری کے خلاف انقلابی کارروائیون کی طرف دعوت دیتے ہین، ہم کو مصنف کے سیاسی عقائد کے ساتھ اتفاق نہ ہو تب بھی ان کے خیالات کو قدر کی نگاہ سے پڑھنا چاہئے اور سیاسیات ہند کے ساتھ دلچسپی لینے والون کے لئے یہ کتاب مفید ہے۔ بشرطیکہ مزاج بہت زیادہ جلد باز یا متاثر نہو، قیمت ۸؍ پتہ: اصلاح بک ڈپو لاہور،

قاعدہ اساس القرآن، گوجرانوالہ پنجاب کے ایک ذی علم بزرگ مولوی برکت علی صاحب نے فن تعلیم کے جدید اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سہل ترین قاعدۂ قرأت (اساس القرآن) تصنیف کیا ہی جسمین حروف کی شناخت حروف کے مخارج، قرآن مجید کے خاص تلفظات، قرآن پڑھنے کے مشقی اسباق لکھے ہین، قیمت ۴؍، پتہ: منشی محمد حسین بی اے۔ بی ٹی مکار خانہ اساس گوجرانوالہ،

جلد یازدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

اطّلاع

جن خریدارون کی میعاد جون مین ختم ہوتی ہے وہ اپنا چندہ براہ کرم بذریعہ منی آڈر مع نمبر خریداری دفتر مین بھیجدین، ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ ویلو ارسال ہوگا،

"مینیجر"

شذرات

فرانس کے مشہور مستشرق موسیو لوئز ماسینان کا ایک عربی خط ناظم دار المصنفین کے نام مراکش سے آیا ہی، موصوف آجکل مغرب اقصیٰ مین مصروف سیاحت ہین، وہ آیندہ سال پیرس کی یونیورسٹی مین "اسلام مین پیشہ کی اجتماعی (سوشل) حیثیت پر" لکچر دینے کی تیاری کر رہے ہین، دریافت کیا ہو کہ کیا اس موضوع پر دار المصنفین نے بھی کچھ سرمایہ فراہم کیا ہی؟ قوم کے لئے یہ مسرت اور انبساط کا موقع ہی کہ اوس کے ایک حقیر دار العلم کا دوسرے ممالک مین یہ اعتبار پیدا ہو رہا ہی؛

انگورہ کی علمی مجلس "ہیئت تدقیقات وتحقیقات علمیہ اسلامیہ"، کو ہندوستان سے کتابون کے بھیجنے کی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، اکثر مصنفین نے اپنی کتابون کا ہدیہ بھیجنا دل سے منظور کیا ہی، کتابون کی پہلی قسط غالبًا دار المصنفین، جامعۂ ملیہ، اور ترقی اردو کی مطبوعات ہونگی، ہم چاہتے ہین کہ تمدن عرب اور تمدن ہند کا بھی ایک ایک نسخہ بھیجین، کیا کوئی صاحب دل اس کی ہمت کرینگے؟ اس سلسلہ مین ایک اطلاع ابھی اور موصول ہوئی ہو کہ یہ مجلس ہندوستان کے ایسے فضلاء کا بھی خیر مقدم کرنے کو تیار ہے جو مشرقی ومغربی علوم مین دستگاہ رکھتے ہون،
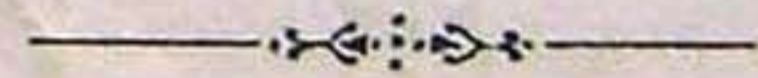
دنیا مین سامان آسایش کی کثرت جس افراط کے ساتھ بڑھ رہی ہی، اوس کا سرسری اندازہ اس سے ہوگا، کہ اس وقت رکفیلر کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دولتمند امریکہ کا ایک موٹرون کا تاجر فورڈ ہے، بیس برس پہلے جب اوس نے اپنے کارخانہ کا آغاز کیا تھا، تو اوس کے پاس مطلق سرمایہ نہ تھا، بمشکل

چھ ہزار پونڈ قرض لیکر اپنا کاروبار شروع کیا، گذشتہ فروری مین اس کارخانہ کے پاس ۳۷۶۶۹۰۰۰۰ نقد موجود تھا، اور اب اوس کا نقد سرمایہ چار کرور پونڈ ہی، پچھلے سال کی اوس کی خالص آمدنی ۲۵۰۰۰۰۰ پونڈ ہوئی ہی، لیکن یہ تمامتر دولت کس کے پاس آئی؟ اونھین قارون زمانہ کے ہاتھون مین آئی جن کے پاس سر بمہر خزانے پہلے سے موجود تھے، شہر کے غریبون اور گداگرون، مسکینون، اور مفلسون کو اس مین سے کیا ملا؟ اگر یہ دولت کسی مسلمان کی ہوتی تو تقریبًا ساڑھے چھ لاکھ سالانہ اس مین اُن غریبون اور مفلسون کا حق ہوتا جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہین،

ہندوستان مین سندھ کا صوبہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ یہان کی سرزمین کو تصوف کی آب وہوا سے ہمیشہ ایک مناسبت خاص رہی ہے، اور اب بھی فقراء اور صوفیاء کا جو استیلاء یہان ہے، شاید کسی دوسرے صوبہ مین نہین، ان مسلمان صوفیاء کا اثر واقتدار ہندو مسلمانون دونون پر برابر ہوتا ہے، ہندو بڑی خوشی سے اون کے مرید ہوتے ہین، شاہ لطیف، ساچل، سامی، دلپت، بیدل اور بیکس وغیرہ اپنے اپنے زمانہ مین یہان سلاطین کی حیثیت رکھتے تھے،

سندھ قومی کالج صوبہ کی اس خصوصیت کو شاید پیش نظر رکھکر دو سال سے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر صوفیون کی بھی ایک مجلس ترتیب دیتا ہی، اس مجلس کا نام "صوفی سنگم" ہی، ۱۹۲۱ء مین یہ مجلس بڑی دھوم دھام سے سندھ کے مشہور عالم اور شاعر مرزا قلیچ بیگ کی صدارت مین ہوئی، ہندو مسلمان دونون قومون نے اس سنگم کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا اور تمام صوفیون نے اس مین شرکت کی، دوسرے سال ۱۹۲۲ء مین اس سنگم نے اور زیادہ کامیابی حاصل کی، اور ہندو مسلمانون کے دلی میل وملاپ مین اس سے بڑا فائدہ پہنچا، اس مختصر تجربہ کے بعد سندھ کے مشہور

ہندو مسلمان رہنماؤن کے نام سے ایک درخواست ملک مین پیش ہوئی ہو کہ ہندو مسلم اتحاد کا صحیح ذریعہ صوفیانہ خیالات ہین، کہ اِس سنگم مین آکر ہندوستان کی یہ دونون عظیم الشان قومین گنگا اور جمنا بنکر مل جاتی ہین، اسلئے اگر اس سنگم کی تحریک کو تمام ملک مین وسعت دی جائے تو یہ قومون کے سیاسی اتحاد سے زیادہ مضبوط اتحاد ملک مین قائم کردے گا، اسلئے آیندہ سال دہلی، اجمیر، سکھر، حیدر آباد سندھ یا کسی دوسرے صوفیانہ مرکز مین اس کا اجلاس منعقد ہو، اور اوس مین ملک کے تمام ہندو مسلمان صوفی شریک ہون،

اس تحریک کے پیش کرنے والون مین مسلمانون مین جناب غلام محمد صاحب بھرگری (سندھ کے مشہور بیرسٹر اور زمیندار) اور ہندؤن مین جیٹھمل پرسرام گلراجنی (اڈیٹر بھارت واسی) حکم چند کمار (پروفیسر سندھ نیشنل کالج) شامل ہین، لیکن جہان تک ہم کو معلوم ہو ان مین سے کوئی صاحب بذات خود صوفی نہیں ہین، بلکہ صوبہ کے سیاسی کارکن اور رہبر ہین، اور اونکا منشا اِس صوفیانہ اتحاد کی نمایش سے درحقیقت سیاسی اتحاد کے سوا کچھ اور نہیں، اس تحریک کے علمبردارون نے یہ تو دیکھا کہ یہ ذریعہ دونون قومون کے درمیان اتحاد، رواداری اور بے تعصبی پیدا کرنے کا بہترین ہو، مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اس کے لئے ضروری ہو کہ اس تحریک کے کارکنون اور بانیون کے پاس بے ریا دل ہون، بے غرض ارادے ہون، صحیح اور خالص نیتین ہون، جب مقصد اصلی للّٰہیت، خلوص، اور بے نفسی ہوگی، تو ضروری لوازم کے طریق پر اس کے اثرات، بے تعصبی، اتحاد، اور یگانگت کی صورت مین ظاہر ہونگے، لیکن پہلے ہی سے صوفیانہ خیالات کی آڑ مین، للّٰہیت، خداپرستی، انسانی اخوت نہیں، بلکہ سیاسی اتحاد، مساوات حقوق، اور ایک بیرونی دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک متحدہ صف کا قیام مقصد ہو گا تو اوس روح وجوہر کی تلاش بیکار ہے، جو معین الدین اجمیری، نظام الدین دہلوی، یا کبیر داس اور

بابا نانک کے پیکرون مین جلوہ نما تھا، اور جن کی منور آنکھون کو یہ نظر آتا تھا کہ

از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

گذشتہ مہینہ اٹلی مین خواتین عالم کی جو کانفرنس منعقد ہونیوالی تھی، بخیر وخوبی منعقد ہوگئی، تمام دنیا کی چالیس قومون کی طرف سے تین سو نمایندہ خواتین جلسہ مین شریک تھین، ان ۴۰ قومون مین سے ۵ قومون کی نمایندون کو کرنیت کا شرف حاصل ہوا، تقریر کی زبان زیادہ تر انگریزی تھی، ہر انگریزی تقریر کے ساتھ ساتھ فرنچ مین بھی ترجمہ ہوتا جاتا تھا، مصری وفد بہت خوش وخرم اپنے سفر سے واپس آگیا ہو اور ملک کے اخبارون مین اپنی کامیابی کا راگ گا رہا ہو، کامیابی یہ ہوئی کہ صدر مجلس نے اپنی تقریر مین مصری وفد کا نام لیا، مصری وفد کے صدر کی تقریر دلچسپی سے سنی گئی، مصری خواتین کی کوشش سے کسی قدر سرگرم مخالفت کے بعد جو انگلش خواتین نے سیاسی مصالح کی بنا پر کی تھی یہ تجویز منظور ہوئی، کہ مصری حکومت نے ۱۹۱۱ء سے زنانہ اور مردانہ مشترک تعلیم کو جو بند کر دیا ہو اوس کو سر نو جاری کیا جائے حیف ہو اگر مسلمان مذہب کے اکسیر کو چھوڑ کر یورپ کے زہر آلود تمدن سے اپنے مرض کا ازالہ چاہین،

ایک سال کا عرصہ ہوا کہ **معارف** نے یہ اطلاع شایع کی تھی کہ ڈاکٹر اقبال آج کل جرمن شاعر کے مغربی دیوان کے جواب مین ایک مشرقی دیوان مرتب کر رہے ہین، ایک سال کے انتظار کے بعد "ماہ عید" **پیام مشرق** بنکر نظر آیا، پیام مشرق مختلف اوزان وبحور مین مواعظ وحکم اور حقائق ومعارف کا ایک بحر زخار ہو، یقیناً یہ ڈاکٹر اقبال کے دماغ وقلم کا شہکار (ماسٹرپیس) ہو اور شاید اقبال بھی اس سے بہتر کبھی نہ کہہ سکینگے، کبھی موقع سے اس کے متعلق ہم اپنے مفصل خیالات پیش کرینگے،

مقالات

اسلامی تصوّف

ڈاکٹر نکلسن، پروفیسر کیمبرج کا خطبہ

یورپ مین مستشرقین (اورنٹیلسٹ) کا علوم مشرقیہ کی طرف شوق و ذوق، تاریخ و ادب سے شروع ہوکر اب ہمارے دینی اور روحانی علوم تک پہنچ چکا ہی، فرانس مین پروفیسر مسینیان اور انگلستان مین ڈاکٹر نکلسن دو ایسے مستشرق ہین، جنھون نے اپنے مطالعہ کا موضوع اسلامی تصوف کو قرار دیا ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی اور شایع کی ہین، انکا صوفیہ کے احوال اور صوفیائے سخنور کے کلام کو بھی اونھون نے یورپ مین روشناس کیا، مثنوی معنوی کے فیض و اثر کو وہ اب مغربی دنیا کے حلقہ تک پہنچانے کے لیے کوشان ہین، انھون نے اپنی عمر کے پورے تیس برس اس موضوع پر صرف کیے ہین،

ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال ہین (۲۵ فروری ۱۹۲۳ء کو) مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج مین اسلامی تصوف پر اپنا ایک مضمون پڑھکر سنایا تھا، جسکو ہمارے دوست مولوی معین الدین صاحب انصاری نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے معارف مین اشاعت کی غرض سے بھیجا ہے، اور جو آج مقالات کے زیر عنوان شایع ہو رہا ہے،

ہم مسلمان ڈاکٹر صاحب کے اس خیال کے ممنون ہین کہ "اسلامی تصوف" دوسرے

مذاہب کا سرقہ نہین جیسا کہ عام طور پر ناآشنائے تحقیق علمائے یورپ کا بیان ہے بلکہ وہ اسکو اسلام کی ذاتی ملکیت سمجھتے ہین، اور اس کا ماخذ وہ قرآن و حدیث کو خیال کرتے ہین لیکن اتنا مانتے ہین کہ بعد کو اس اسلامی تصوف مین دوسرے مذاہب کے تصوف کے بھی کچھ اجزا شامل ہوگئے ہین، یہ خیال صحیح ہے، لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے اثبات کے لیے پورے مواد کو استعمال نہین کیا، بانی تصوف علمائے اسلام کی کتابین، مثلاً امام قشیری کا رسالہ قشیریہ، ابو طالب مکی کی قوت القلوب، امام غزالی کی احیاء العلوم، شیخ عبد القادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین، شیخ سہروردی کی فتوح الغیب، شیخ ابو نصر سراج کی کتاب اللمع، شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات وغیرہ کتابون کا ایک ایک حرف اس نظریہ کے اثبات کے لیے دلیل و برہان ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین بذیل باب الاحسان اس باب مین جو کچھ لکھا ہے، وہ مطالعہ کے لائق ہے،

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس خطبہ مین کسی قدر اوس مشہور غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جو علمائے کلام و فلسفہ سے زیادہ مسیحی مشنریز کا پھیلایا ہوا ہے، کہ اسلام کا خدا پیار اور محبت کے جذبہ سے معرّا، ایک قاہر و جابر ہولناک خدا ہے، اسلامی تصوف اور مسیحیت کے باہمی قرب کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ قابل تنقید ہے، بعض آیات و احادیث کی صوفیانہ تشریح پر بھی ہمین اعتراض ہے، ان کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی چند اور باتین بھی مسلمانون کو کھٹکینگی، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بالآخر عقیدۃً مسلمان نہین ہین، مسلمانون کو تو بااین ہمہ اس امر کے لیے اونکا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ اونکے اسلامی کارنامون کو مغرب مین منظر عام پر لا رہے ہین اور اسلام کی روح کی تصویر کشی

(روح کی تصویر کشی اگر ممکن ہو تو) وہ ان ممالک مین کر رہے ہین جنکو مادیت کے مناظر طبعی کی سیر سے ہنوز فرصت نہین،

مجھے بڑی مسرت ہو کہ آج مین آپ حضرات کو اس موضوع پر مخاطب کرنے کا شرف رکھتا ہون جس پر مین نے تقریباً اپنی عمر کے بہترین تیس سال صرف کیے ہین، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ موضوع بہت ہی وسیع و پیچیدہ ہو، اس لیے مجھے اس کے کسی ایک خاص جزء تک اپنے کو محدود رکھنا چاہیے، پس آج میرا ارادہ ہو کہ آپ حضرات کے سامنے ایک طرف تو اسلامی تصوف کا اسلام سے تعلق بتاؤن اور دوسری طرف تصوف کا موجودہ خیالات سے واسطہ ظاہر کرون؛ اس موضوع کی ایک تیسری صورت، یعنی خود اسلام اور خیالات جدیدہ کا رابطہ بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس وقت مین اس پر کچھ کہنا نہین چاہتا،

جیسا کہ میرا یقین ہے کہ اگر اکثر حیات بخش، وسیع اور ذاتی مذہبی تجربہ ہمیشہ ایک حد تک صوفیانہ ہوتا ہے، تو یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ اسلام کو ایک روحانی قوت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے تصوف کا مطالعہ کرین، یہ دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی تک کے یورپین مصنفین اسلام ایک ایسے اہم اور نتیجہ بخش عنصر کو نظر انداز کر جاتے ہین اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اونکی اس بدترین مثال کی ایک ممتاز مسلمان مسٹر سید امیر علی نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کی پہلی اشاعت مین تقلید کی، اس کے دوسرے اڈیشن مین جو گذشتہ سال شایع ہوا ہے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اسلام کے صوفیانہ و کشفی موضوع پر ایک چھوٹے سے باب کا اضافہ کیا گیا ہے، اور اس سے اس بات کا بالکل اندازہ نہین ہو سکتا کہ اسلام ابراہیم بن ادہمؒ اور بایزیدؒ سے لیکر غزالیؒ و جلال الدین رومیؒ تک کس قدر تصوف کا ممنون احسان ہے،

کہا جاتا ہے کہ **تصوف** کے خیالات غیر اسلامی عقائد سے ماخوذ ہین، مثلاً مسیحی رہبانیت یونانی مذہب و فلسفہ، ہندی ریاضت وغیرہ؛ اس مین کچھ صداقت ضرور ہے، لیکن یہ سرتاپا صحیح نہین ہے

میرے خیال مین تصوف ابتداءً و اصولاً اسلامی ہو، البتہ اثنائے ترقی مین جن جن چیزون سے ملا، اون سے متاثر ضرور ہوا، اولین صوفیائے کرام کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی دوسری کتاب نہ تھی، اور اس کا نہایت ہی غور و فکر سے مطالعہ کرتے، اوس کو حفظ کرتے، دن رات اوسکی تلاوت کرتے اور ہر سورہ، ہر آیت بلکہ ہر لفظ کے اندرونی معنی پر غور کرتے رہتے، اگرچہ ہم سرسری طور سے یہ نہین کہہ سکتے کہ قرآن شریف ایک صوفیانہ صحیفہ ہے تاہم جو شخص بھی اوس کو غور سے پڑھیگا اوس کو ایسی متعدد آیتین ملینگی جنکو نہایت آسانی سے صوفیانہ معنی کا جامہ پہنایا جا سکتا ہے،

نحن خلقناہ و نعلم ما توسوس	ہم نے اسکو پیدا کیا، ہم جانتے ہین کہ اوسکی روح
بہٖ نفسہ، و نحن اقرب الیہ من حبل الورید	نے اس کے کان مین کیا کہا اور ہم اس کے رگ
اینما تولوا فثم وجہ اللہ	جان سے بھی قریب تر ہین، جس طرف بھی مڑو
کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ	ادھر خدا کا چہرہ موجود ہو،
ربک ذی الجلال و الاکرام،	دنیا کا ہر وجود فانی ہے (البتہ) صرف
" " " "	تمھارے مالک، حاکم و خدا کا چہرہ باقی ہے،

اس قسم کے الفاظ ایک صوفی کو خدا کی قریبی موجودگی کا خیال دلاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ عقاید مذہبی کچھ بھی بتائین، جس خدا کی وہ پرستش کرتا ہے نہ وہ دور ہے اور نہ اُس تک پہنچنا مشکل، اولین صوفیہ کی اکثر عبادات اسی اصول پر قرآن سے ماخوذ ہین، اونھون نے دنیا داری کی عالمگیر وسعت کے مقابلہ مین عزلت کی زندگی بسر کی، اور صرف خدا پر اعتماد رکھا، رفتہ رفتہ اونھون نے عبادت خداوند کو ایک ضروری فرض ہی نہین بلکہ ذاتی ضرورت کی تسکین کے لیے لابدی سمجھا، اور یہین پہنچکر رہبانیت، تصوف ہو جاتی ہے، — خوف خدا کی جگہ "حبّ اللہ" اور "خواہش وصل الی اللہ" لے لیتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب مشہور اہل دل خاتون حضرت رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ سے محبت ہے؟ تو آپنے کیا جواب

دیا تھا، آپنے کہا، یارسول اللہ! آپ سے عشق نہین، لیکن عشق الٰہی نے میرے دل کو اس قدر بھر دیا ہے کہ اوس مین اب کسی کی محبت یا نفرت کی جگہ باقی نہین"، صوفیون کے نزدیک حبّ اللہ کامل عزلت و ترک خودی کا نام ہے، اور یہ اسلام کا نیا اصول ہے، قرآن شاذونادر ہی خدا کو وجود محبت بتاتا ہے تاہم وہ اکثر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ خدا اپنے صابر، عاجز، متقی اور اسی قسم کے دوسرے بندون سے محبت کرتا ہے؛ یہ صوفیہ ہی ہین جنھون نے اسلام کو مذہب عشق و محبت بتایا ہی، اونکی تعلیم ہے کہ محبت بھی علم کی طرح عطیہ الٰہی ہے، محبتِ خداوندی سب سے آگے ہوتی ہے، جنکو وہ اس کے لیے چن لیتا ہے، وہ اپنے سینون مین ایک آگ مشتعل پاتے ہین، اور جیسے جیسے ریاضت عبادت اور جذبۂ شوق بڑھتا جاتا ہے، یہ آگ زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے، ہر وہ چیز جس سے ذرا بھی لگاؤ ہو، یا ہر وہ آرزو جو ماسوی اللہ ہو دل سے نکال ڈالنی چاہیے، تاکہ حبّ اللہ اس پر کامل طور سے قابض و محیط ہو جائے، اور چونکہ خدا ہر جگہ موجود ہے اسلئے صوفیہ صرف انسان ہی نہین بلکہ ہر جاندار شے سے محبت کرتے ہین، اس کی انتہائی مثال اوس درویش کا قصہ ہے جو سینکڑون میل صرف اس لئے گیا تھا کہ چونٹیون کو جو غلطی سے اوس کے ساتھ چلی آئی تھین، اُن کی اصلی جگہ پر پہنچا دے،

حب و علم الٰہی کا قانون جو رہبانیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ایک خوفناک اصول ہی، کیونکہ اُس کے ذریعہ نہایت آسانی سے مذہبی قوانین کے حدود کو توڑا جا سکتا ہے، اور اگرچہ ضروری نہین ہے کہ کثرت کی طرف انسان رجوع ہو جائے لیکن یہ اسکا دروازہ خود کھول دیتا ہے، تیسری اور چوتھی صدی ہجری مین یہ شے بہت عام ہو گئی تھی، اور اس نے تصوف و اسلام کے درمیان خلیج کو وسیع تر کر دیا قشیری نیشاپوری نے پانچوین صدی کے وسط مین اپنے رسالہ کے ذریعہ صوفیون کی طرف سے ان متضاد خیالات کو متحد کرنے کی کوشش کی تھی، اور اس مین یہ دکھانے کی کوشش کی تھی بلکہ کی ہے کہ اولین صوفیہ کے تمام اصول قرآن و سنن پر مبنی تھے؛ لیکن جس شخص نے تصوف کو

صرف اسلام مین ایک محفوظ جگہ ہی نہین دی بلکہ تصوف کی بہترین تعلیمات سے اسلام مین نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی، وہ امام غزالیؒ تھے، قبل اس کے کہ وہ صوفیانہ زندگی بسر کرین جن سے اونکی تمام حیات متاثر تھی، اونھون نے اسلامی دینیات و فلسفہ کے تمام مباحث پر کامل عبور حاصل کر لیا تھا، —

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بغداد مین دینیات کے استاد تھے، اس لئے جس کام کا اونھون نے بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے وہ موزون ترین شخص تھے، اونھون نے صرف صوفیہ ہی کے لیے نہین لکھا بلکہ تمام مسلمانون کو اپنی تحریرات کے ذریعہ مستفید کرنا چاہا، اور وہ ناقدانہ و حکیمانہ اصول اختیار کیا جو ہر دماغ پر یکسان اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد والے صوفیہ **غزالی** کو جنکی کتابین تصوف کے مباحث سے بھری ہوئی ہین صوفی نہین سمجھتے اور مشکل ہی سے کوئی اُن کا نام لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود انھون نے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کبھی بھی نہ کر سکتے تھے، اور ان کے زمانہ سے اسلام، مسیحیت سے زیادہ ایک صوفیانہ مذہب ہے، وہ صوفیون کے اس اصولی عقیدہ کو تسلیم کرتے ہین کہ روح خدا سے متحد ہے اور خداوند تعالیٰ اُن کے سامنے اپنے کو ظاہر کرتا ہے جو اپنی روحون کو پاک کر لیتے ہین، اُن کے خیال مین مذہب، ظاہری فرائض کی ادائیگی، اور چند عقاید پر ایمان رکھنے کا نام نہین ہے، بلکہ ذاتی ایمانی جذبات و تجربات پر مبنی ہے، تاہم وہ خیال کثرت سے اپنے کو بچانیکی پوری کوشش کرتے ہین اور اسناد و روایات سے اپنے کو مسلح رکھتے ہین،

اپنی حالت جذب مین اونھون نے دل سے سوال کیا، کہ "صداقت کیا ہے"؟ اور عالم رویا مین اُن کو جواب ملا کہ "وہ وحی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی"۔ اُن کا دعویٰ ہی کہ تمام مذہبی علم قرآن سے ماخوذ ہے؛ رسل و انبیا، بنی نوع انسان کے مستند اساتذہ ہین۔ ذہنی علم یا بدیہی ہوتا ہے، یا نظری، اور اس دنیا کے متعلق ہوتا ہے یا آئندہ دنیا کے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ عقلی و مذہبی علوم متضاد ہین، ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے، اور جو دونون کو متحد کرے، عقلمند ہے، بہرکیف یہ سچ ہے کہ عقلی و نظری علوم

خواہ اس دنیا کے متعلق ہون یا آئندہ کے حقیقتہً متضاد ہین۔ جو ایک کا ہو رہتا ہے وہ دوسرے کو فراموش کر دیتا ہے، عقلی قوت دونون پر مساویانہ طریقہ سے حادی نہین ہو سکتی صرف انبیاء کو تمام علوم حاصل ہین، محمد جمیع علوم پر قادر ہین، کہ وہ بنی نوع انسان کے ہر شعبۂ حیات کے رہبر و ہادی ہین، اس حیثیت سے آپ دیکھین گے کہ غزالی نے اسلام کی ذہنی ترقی کے متعلق جو کچھ پایا تھا، اس سے کہین زیادہ چھوڑا ہے، اگرچہ اونھون نے اپنی عقل سے کام لیا ہے تاہم وہ عقلیین مین نہ تھے، اونھون نے اشعریہ کے عقاید کا ساتھ دیا اور اوسکی مردہ ہڈیون مین نئی روح پھونک دی، لیکن ان کے پاس غیر معمولی اخلاقی قوت تھی، اور وہ ان کے مذہبی جوش اور عجیب طاقت تحلیل نفسی کے ساتھ مل کر تمام چیزون کو بہالے گئی اور ایک مرتبہ پھر اسلام کو نہ صرف ان کے لیے بلکہ ہر شخص کے لیے جس کے دل و ضمیر نے اون کی دعوت پر لبیک کہا زندگی بخش و حیات آفرین بنا دیا، غزالی کا تصوف، راہبانہ، فدایانہ اور الہیانہ قسم کا تصوف ہے اور اُسکا مقصد حقیقی، روح کی تربیت و تکمیل ہے، وہ کبھی بھی اس قسم کے فلسفیانہ مباحث مین جن سے ہم ابن عربی مین دو چار ہوتے ہین، داخل نہین ہوتے، اُن کے اصول کا ڈھانچہ ایک حد تک عہد وسطیٰ کا ہے، اور اس کا بیشتر حصہ اب، متروک و منسوخ ہے، لیکن اون کی تصنیف عہد ماضی کی داستان پارینہ نہین معلوم ہوتی، اس کے برخلاف حال مین یورپ کے طلبائے مذہب نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے، اسکی خاص وجہ، اس مین کوئی شک نہین، یہ ہے کہ وہ مذہبی مسائل کے بیان مین جدید اصول استعمال کرتے ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس قسم کے مباحث کو نفسی اصول کے ماتحت رکھکر فطرت انسانی کے ابتدائی واقعات سے شروع کرتے ہین، اس حیثیت سے ہم انکو قرون وسطیٰ کی جگہ عہد جدید مین پاتے ہین،

اسلام کی ترقی مین، صوفیہ کی کوششون کو چند الفاظ مین بیان نہین کیا جا سکتا، میرا خیال ہے کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ صوفیون نے اس بات پر اصرار کر کے کہ مذہب کی غائت وصول الی اللہ ہے، اس یقین کے بغیر تمام اعتقادات و مذاہب بیکار ہین اور کہ تمام ظاہری عبادات دراصل اندرونی محسوسات و تجربات کا اظہار ہین، ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے، صفائے قلب کے حصول مین اون کی مساعی ان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے الہیانہ خیالات اور اسلامی اصول کو زیادہ وسیع و پراز روحانیت بنائین۔ اور اس سے جو قابل تعریف نتایج پیدا ہوتے ہین، وہ ہر شخص شبیہ للغزالی مین دیکھ سکتا ہے، صوفی کسی خاص فرقہ کا رکن نہین ہوتا، بلکہ وہ ایک عام برادری کا ممبر ہے، اُس کے پاس مخصوص عقاید و عبادات کے طریقے نہین ہین، بلکہ اُس کو بھی وہی فرائض انجام دینے پڑتے ہین جو عام مسلمانون کو، وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے اوتنے ہی طریقے ہین جتنی انسانی ارواح ہین۔ بہترین اہل طریقت نے نہایت ہی وفاداری سے اپنے فرائض ہی انجام نہین دئے بلکہ ان سے کہین کچھ زیادہ کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھون نے اپنی روحانی آزادی کا بھی دعویٰ کیا، اور کہا کہ صداقت جماعتون کے تعصب سے بالاتر شے ہے اور رائقہ عقاید و رسوم کے جھگڑون مین پڑنے سے نہین ملتا۔ قرون وسطیٰ مین دنیائے مسیحیت مین مذہبی آزادی شاذ تھی، اور اگر عالم اسلامی مین کچھ نظر بھی آتی ہے تو یہ صرف صوفیہ کے اثر کا نتیجہ ہے،

تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب مین تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال ہے کہ اسلام مین اس کا ہمیشہ ایک اہم درجہ رہیگا، لیکن کیا یہ ہمیشہ اپنے ساتھ یہ معنی بھی رکھیگا جو آجکل اس مین سمجھے جاتے ہین، یعنی دنیاوی کامون سے علٰحدگی؟ کیا منظم صوفیانہ زندگی، جس کے رہبر درویشی فرقے ہین ہمیشہ اسلام کی خصوصیت بنی رہیگی، یا مسلمان ہمیشہ کے لئے یہ طے کر دینگے جو آجکل تصوف کے موجودہ معنی ہین، یعنی یہ طریقہ ہے تمام مذاہب مین داخل ہو کر دنیا کے متعلق اپنے ذاتی رویہ کو طے کرنے کا سید امیر علی غلط کہتے ہین، جبکہ وہ فرماتے ہین کہ "یہ وہ طریقۂ زندگی ہے جو سوسائٹی کی بنیاد کو کمزور اور انسانی قوت کو مفلوج کرتا ہے"، ہان یہ بات عام صوفیہ کے متعلق صحیح ہو لیکن انفرادی حیثیت سے

درست ہین، ہر ملک اور ہر زمانہ مین بعض ایسے غیر معمولی وجود ضرور ملتے ہین جو اپنی زندگی صرف خدا کے لئے رکھنا اور اسی پر قربان کر دینا چاہتے ہین۔ انھین مین انبیار و اولیار اور بنی نوع انسان کے روحانی پیشوا ہین۔ لیکن اس نشئہ خداوندی کے مست بہت ہی کم ہین، لیکن ان کی اکثریت جس نے اوسکو اپنا پیشہ بنا لیا ہے وہ یقیناً دنیاوی حالت کو نقصان پہنچا رہی ہے، اور ہم کو اس مین بھی شک ہے کہ آیا وہ مذہبی حیثیت سے بھی اپنا وقت صحیح طور سے گذارتے ہین، دوسری طرف یہ برادریان ہین جن مین اکثر عام اشخاص شریک ہین، اسلام کی مذہبی جماعات ہین، اور ایک حد تک مفید اثر بھی قائم کرتی ہین؛ ممکن ہے کہ مستقبل قریب مین موجودہ ضروریات کے مطابق اونکو قریب تر کیا جا سکے،

مین آپ حضرات کو بہت دیر تک مشغول رکھ چکا ہون، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس مسئلہ پر کہ تصوف، اسلام و مسیحیت مین ایک اہم رابطہ ہے کچھ بولنے کی اجازت دینگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ جدید خیالات — (مغربی مسیحی خیالات، اسلام کے دنیبات، عقائد اور قوانین کے بہ نسبت) اسلامی تصوف کی طرف زیادہ ہمدردانہ طریقہ سے رجوع ہین، موخر الذکر چیزین عہد وسطیٰ کے افکار کے نتیجے ہین، اس لئے یورپ کے لیے ایک علمی دلچسپی رکھتی ہین، لیکن تصوف قرون وسطیٰ کے خیالات ہی سے جواب تک عالم مسیحیت مین موجود ہین مشابہت رکھتا ہے، بلکہ ہر انفرادی قسم کے تجربات سے یگانگت رکھتا ہے جس سے مسیحی تصوف کا ہر طالب علم واقف ہے، مثلاً صوفی شہید **حلاج** کا اصول اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ خدا نے آدمی کو اپنا ہمشکل پیدا کیا، — یہ بیان انجیل مین بھی موجود ہے[1]، انسان و خدا کے اتحاد کو دکھانے کے لیے وہ لاہوت، و ناسوت کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، اور یہی الفاظ شامی مسیحیت مین حضرت عیسیٰؑ کے مادی و روحانی حالات کو ظاہر کرتے ہین، مسیحیت کے اس اعتقاد کو کہ "حضرت عیسیٰؑ خدا کے فرزند ہین" عام مسلمانون اور صوفیون نے یکسان جھٹلایا ہے، لیکن بعض صوفیہ نے اسلام مین ایک تثلیثی اصول قائم کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ **ابن عربی** لکھتے ہین کہ خدا کے

[1] معارف: مسلمانون کی احادیث مین بھی ہے،

اصلی نام "اللہ" "الرحمٰن" اور "الرب" ہین اور باقی سب اس کے ماتحت ہین" **جیلی** خدا کے وجود کو تثلیث سے مرکب بتاتا ہے، "جوہر، خالق اور مخلوقات" یہ نظریہ ہم کو ایک اہم نتیجہ تک لیجاتا ہے، کہ وجود ایک فانی غیر مخصوص ہستی ہے بلکہ اس کے اندر خود تخصیص کا اصول موجود ہے؛ مسیحیت خدا کی ذات کے اختلاف کا دعویٰ کرتی ہے، جیلی کا دعویٰ ہے کہ اختلاف وجود کا ہے، یعنی خدا مین موجودات کے مختلف طبقات و مدارج ہین، اسی لیے یہ اصول اسلام و مسیحیت کے بین بین ہے، دوسری جگہ جہان تصوف و مسیحیت خطوط متوازی کی طرح چلتے ہین، حضرت محمد صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کی ذات کا تعلق ہے حضرت محمد صلعم کے متعلق، صوفیہ کا خیال (جو قرون وسطیٰ کے عام خیال کو ایک حد تک پیش کرتا ہے) مسلمانون کے ابتدائی خیال رسول سے بالکل متضاد ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تمام عیسائیون کا زمانہ حال تک جو خیال تھا اوس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب یا ابتدائی مسلمانون کے نزدیک وہی تھے جس نام سے قرآن شریف آپ کو یاد کرتا ہے، "بشر مثلکم" - البتہ "یوحی الیہ"[1] ضرور تھے، لیکن فطرۃً انسان ہی تھے، یہ عجیب و سبق آموز بات ہی کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کا وجود نقصار تقدس سے بالاتر ہونے لگا تا آنکہ آجکل ایک بڑی جماعت آپ کے متعلق وہی پاک خیالات رکھتی ہے جو مسیحی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھتے ہین مین اس پر مفصل گفتگو کرنا نہین چاہتا لیکن آپ اس مسئلہ کو میری کتاب The Idea of personality Sifigne) مین دیکھ سکتے ہین، صوفیہ پیغمبر کو اس رنگ مین پیش کرتے ہین کہ وہ کامل ترین انسان ہین جن مین تمام صفات الٰہیہ ظہور پذیر ہوتی ہین۔ اور ان کے بیان کے مطابق رسولؐ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھا"[2]؛ بالکل اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اسلام مین انسان کامل کا وہی اصول ہے، جو مسیحیت مین لاگس کا ہے یہ صرف صوفیون ہی تک محدود نہین ہے شیعون کے یہان یہی چیز دوسری صورت مین جلوہ گر ہے، اور اس کے آثار تو اون سنیون کے یہان بھی موجود ہین، جنکا خیال ہے کہ خداوند نے

[1] معارف: قرآن مجید مین اس موقع پر یوحی الیّ ہے، [2] معارف: حدیث مین حق (ح) کا لفظ ہے،

اوّلین چیز جو پیدا کی وہ رسول اللہ کی روح مقدس تھی، مسیحیت کا موجودہ رجحان لاگس اصول کے لئے چندان مفید نہین معلوم ہوتا، اور بعض مسیحی اب حضرت عیسیٰؑ کو اسی قدر سمجھنا چاہتے ہین جتنا اولین مسلمان رسول اللہ صلعم کو سمجھتے تھے، تاہم یہ صداقت قائم رہتی ہے کہ مسلمانون کی ایک بڑی جماعت مسیحیون کے اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا اور انسان کے بیچ مین ایک واسطہ ضروری ہے اور وہ ایسا ہونا چاہیے جس مین الوہیت بھی ہو اور انسانیت بھی، اور اصول کے سوالات کو برطرف کرکے ہر غیر متعصب مسیحی کو اون اخلاقی و روحانی خیالات کی پاکی و شرافت کا اقرار کرنا چاہیے جو صوفیہ رسول اللہ کی ذات سے منسوب کرتے ہین اور جو ہم کو اکثر حضرت عیسیٰؑ کے تعلیمات کو جو اونھون نے وعظ کوہ زیتون مین پیش کیا تھا یاد دلاتے ہین، مزید برآن تصوف کے مقدس اصول مسیحیت کی طرح قانونی شکل مین محدود نہین کردئے گئے ہین کہ ناقابل ترقی و اضافہ ہون؛ مذہب سخت گیر اور ناقابل تغیر ہوسکتا ہے، لیکن جس مذہب مین تصوف زندہ ہے، اس مین سے ترقی و آزادی معدوم نہین ہوسکتی،

مجھے اس مین کچھ بھی شک نہین کہ **اسلام** ترقی و حریت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور مجھے نظر آتا ہے کہ اسلامی تصوف، مغرب و مشرق، درمیانی خلیج کے ہمدردی و مفاہمت کے پل کا ایک اہم ترین پتھر ہے، اور یہ پل ایک دن یقیناً طیار ہوکر رہیگا،

دیوان حافظ اور سلاطین مغلیہ

از

سید نجیب اشرف صاحب ندوی، ایم آر، اے، ایس

خدا بخش خان مرحوم کی اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ مین دیوان حافظ کا ایک چھوٹا سا خوشخط نسخہ ہے اوس مین بظاہر کوئی ایسی شے نہین کہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کرے، کیونکہ اس سے قدیم تر، زیادہ خوشخط، اور مذہب و مطلّا نسخے بھی موجود ہین، لیکن باطنی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ انمول نسخہ ہے، اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمایون، جہانگیر، شاہجہان، اور نورجہان جیسے سلاطین روزگار کے لئے یہ اطمینان، سکون، اور ہدایت کا باعث ثابت ہوا ہے، جب کبھی کوئی مصیبت، کوئی مشکل، یا کوئی وہم پیدا ہوا، تو لسان الغیب نے فوراً اپنی خاموش زبان سے اون کی تسلی کردی یا حل کردیا،

حافظ کے متعلق مختلف گروہون کا جو خیال بھی ہو، لیکن اس مین شک نہین کہ اون کی بزرگی، ولایت اور خدارسی کا ایک زمانہ اون کی زندگی ہی مین معترف ہوچکا تھا، مشہور ہے کہ جب لوگون نے اون کی وفات کے بعد اون کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تو اون کے معتقدون نے اپنے اعتقاد کی بنا پر یہ فیصلہ پیش کیا کہ خود اون کے دیوان سے فال نکالی جائے، چنانچہ جیسا کہ تمام تذکرون مین متفقہ طور پر درج ہے، یہ شعر نکلا

قدم دریغ مدار از جنازۂ **حافظ** کہ گرچہ غرق گناہ ست می رود بہشت

اگر یہ واقعہ بازاری افسانہ نہو تو شائد دیوان **حافظ** سے فال نکالنے کی یہی ابتدا ہے، کہ اس سے پہلے کے کسی واقعہ کا کسی اور تذکرہ مین ذکر نہین،

فال کی رسم عہد لامعلوم سے چلی آتی ہی، مختلف اوقات مختلف حالات مین، مختلف ممالک مین، مختلف اشیاء سے فال نکالی جاتی تھی، پرندون، جانورون، پھلون، یا کسی اہم غیر متوقع واقعہ سے بھی فال نکالی جاتی تھی، جب کتابین عالم وجود مین آئین، تو الیڈ، اوڈیسی و رجل چنانچہ Sorten Verg قرآن، انجیل و تورات سے فال نکالی جانے لگین، بعد ازان لوگون نے مختلف اعتقادات کی بنا پر مختلف کتابون کو مقرر کرلیا، لیکن عالم اسلامی مین قرآن کے بعد جس کتاب کو یہ عزت ملی وہ دیوان حافظ[1] ہے اسی بنا پر شائد ان کو لسان الغیب، اور ترجمان الاسرار کے خطاب بھی ملے ہین،

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے ہین، ایک طریقہ یہ ہی کہ ایک بہت بڑا مربع بنایا جاتا ہی اور اس مربع کو (۲۲۵=۱۵×۱۵) چھوٹے مربعون مین تقسیم کیا جاتا ہی، اس کے بعد ۹ ایسے اشعار جن کا ہر مصرعہ ۲۵ حروف کا ہو چنے جاتے ہین، اور پھر ہر مصرعہ کے ایک ایک حرف کو ان خانون مین رکھا جاتا ہی، تا آنکہ ان سے (۲۲۵=۹×۲۵) خانے پُر ہو جاتے ہین، فال نکالنے والا بلا تعیّن ان حلقون مین سے ایک پر ہاتھ رکھدیتا ہی، اور پھر اس مصرعہ کو پورا کرکے، اس مکمل شعر سے فال لیتا ہے،

مثلاً ایک شخص ایک شہر سے ہجرت کرکے دوسرے شہر مین جانا چاہتا ہے، وہ پہلے نو مصرعے ۲۵ حروف کے جمع کرتا ہی،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش،

(۲) مرحبا طائر فرخ پے فرخندہ پیام،

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم،

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آدرم بکف،

(۵) روئے بنما وُ وجود خودم از یاد ببر،

1- persian Literature under Tatar Dominion p.p 312, 313

(۶) گفتم غم تو دارم گفتا غمت سر آید،

(۷) یا رب آن نوگلِ خندان کہ سپردی بمنش،

(۸) بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز،

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم،

اب اگر اوس نقشہ کے مطابق ایک مصرعہ نکلا تو مکمل شعر اس کے سوال کا جواب ہوگا، مکمل اشعار یہ ہین،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش　　بیرون کشید باید ازین ورطہ رخت خویش

(۲) مرحبا طائرِ فرخ پے فرخندہ پیام　　خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم　　دگر آنجا کہ روم، عاقل و فرزانہ روم

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آدرم بکف　　گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

(۵) روئے بنما و وجود خودم از یاد ببر　　خرمن سوختگان راہمہ گو باد ببر

(۶) گفتم غم تو دارم، گفتا غمت سر آئد　　گفتم کہ ماہ من شو، گفتا اگر بر آید

(۷) یا رب آن نوگلِ خندان کہ سپردے بمنش　　من سپارم بتو از چشم حسود چمنش

(۸) بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز　　بر امید جام لعلت دُردی آشامم ہنوز

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم　　در رہِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم

لیکن یہ طریقہ بہت طویل ہی اور اشعار کی تعداد بھی محدود ہو جاتی ہی، اسلئے اس سے آسان تر صورتین بھی نکالی گئی ہین، یعنی حافظ پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دیوان حافظ کھولا جائے، اور اس صفحہ کا پہلا شعر، یا آخری شعر، یا ساتوان شعر، یا اس غزل کا ساتوان شعر فال کے طور پر لیا جائے،

لطائف الغرائب مصنفہ محمد بن شیخ محمد دارابی مطبوعہ طہران ۱۳۰۴ہجری، کے صفحات ۱۷۰-۱۷۲

اون فالون کا تذکرہ ہی، جو لوگون نے نکالین اور صحیح ہوئین، اسی قسم کی ایک اور کتاب کا مصطفی حاجی خلیفہ[1] المتوفی ۱۰۶۷ھ (۱۶۵۷ء) نے تذکرہ کیا ہے جو کفوی مولا حسین المتوفی ۹۱۱ھ (۱۵۰۵ء) نے اسی موضوع پر ترکی مین لکھی ہی[2]،

ڈاکٹر براؤن Dr. Brown نے مذکورہ کتاب کا کچھ حصہ اپنی کتاب مین نقل کیا ہے، ان چھ واقعات کے لیئے وہی ہمارے ماخذ ہین، لیکن وہ مصنف کا نام محمد بن محمد دارابی لکھتے ہین اور حاجی خلیفہ، محمد بن الشیخ الہروی لکھتا ہے[3]،

(۱) دولت صفویہ کا بانی، شاہ اسمٰعیل اعظم سخت متعصب شیعہ تھا، اوسی وقت سے حکومت کا بھی یہی مذہب ہوا، اس نے تمام مشہور سنی علماء و فضلا کی قبرون کو کھدوا کر پھکوا دیا، اور آج اونکا کہین نشان و پتہ بھی نہین، ایک دن ملا نگس نام ایک متعصب ملا کے ساتھ **حافظ** کی قبر پر گیا، ملا نے کہا کہ یہ شخص بالکل غیر مذہبی زندگی بسر کرتا تھا، اسلئے اس کے مقبرہ کو بھی برباد کر دیا جائے، شاہ نے تامل کیا، دیوان حافظ سے تفاؤل ہوا تو یہ شعر نکلا،

جوز اسحر نہاد حمائل برابرم | یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

بادشاہ نے اِس شعر کو حافظ کی اطاعت سمجھا، اور اس خیال کو دل سے نکال دیا، لیکن ملا نگس مصر رہا، مجبوراً شاہ نے دوبارہ فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

اے مگس، حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست | عرض خود میبری و زحمت ما میداری

مگس بہت خفیف ہوا،

(۲) شاہ طہماسپ[4] صفوی ایک دن اپنی انگوٹھی سے کھیل رہا تھا، اتفاقاً گر کر ایسی اوجھل ہوئی

1- Clement Huart Arabic Literature p.p 382-83.

[2] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۸، [3] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۸، [4] میرا خیال ہی کہ یہ شاہ طہماسپ اول ۱۵۲۴-۷۶ء ہی کیونکہ دوسرا شاہ طہماسپ (۱۷۲۲-۳۱ء) مصنف لطائف غیبیہ سے صدیون بعد پیدا ہوا تھا،

کہ تلاش کے بعد بھی نہ ملی، شاہ نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا

دلے کہ غیب نماست و جام جم دارد | ز خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

تھوڑی دیر بعد انگوٹھی مل گئی،

(۳) شاہ عباس ثانی (۱۶۴۲-۶۶ء) نے جب آذربائجان پر فوج کشی کرنی چاہی تو فال نکالی، یہ شعر تھا

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ | بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

شاہ نے اِس کو نیک فال سمجھ کر حملہ کیا اور کامیاب ہوا،

[مہدی علی خان مصنف تاریخ نادری نے ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) کے حال مین لکھا ہی کہ نادر شاہ نے جب فال نکالی تھی اوس وقت بھی یہ دو شعر نکلے تھے، ایک یہ

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است | ببانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

اور دوسرا غزل کا ساتوان شعر اوپر لکھا جا چکا ہے[1]]

(۴) یہ واقعہ بھی شاہ عباس ہی کے متعلق ہی، اس کے پاس سیاوش نام ایک غلام تھا، دوسرے نوکر حسد سے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے، اور بادشاہ سے اوس کے قتل کے لیے مصر تھے، بادشاہ نے فال نکالی، حافظ کا فتوی یہ تھا،

شاہ ترکان سخن مدعیان می شنود | شرمے از مظلمہ خون سیاوشش باد[2]

(۵) یہ حکایت خود مصنف کا ذاتی مشاہدہ ہی، وہ ۱۰۵۲ھ ہجری مطابق ۱۶۴۲-۴۳ء مین احمد آباد دار السلطنت گجرات گیا، وہان کے ایک امیر کنعان بیگ سے مراسم دوستانہ پیدا ہو گئے، اس امیر کے ایک بھائی یوسف بیگ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ احمد آباد کے قریب ایک جنگ مین کام آیا ہے، کیونکہ

[1] فہرست کتبخانۂ خدا بخش خان مرحوم جلد اول (شعراء ایران)، [2] سیاوش، کیکاؤس کا بیٹا، کیخسرو کا باپ اور افراسیاب کا داماد تھا، دیکھو شاہنامہ فردوسی،

جنگ کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہ تھی، امیر بھائی کے خیال شہادت سے ملول تھا، بالآخر حافظ کی طرف رجوع کیا گیا اور اونھون نے اِن الفاظ مین تسلی دی،

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان، غم مخور　　　کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور

چنانچہ کچھ دنون کے بعد یوسف بیگ صحیح و مع الخیر احمد آباد آگیا،

(۶) چھٹا قصہ فتح علی سلطان بن امام قلی خان کے متعلق ہی، یہ ایک وجیہ و حسین نوجوان تھا، رجب کے آخری ہفتہ مین جبکہ حافظ کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہی، یہ نوجوان بھی متوالا سبز قبا پہنے وہان پہونچا، جب فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

سرمست با قبائے زرافشان چو بگذری　　　یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بوسہ کیا ہی، مین دو کا وعدہ کرتا ہون، ایک ہفتہ بعد پھر مزار پر گیا اور فال نکالی،

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم　　　وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے کہا کہ دو بوسے کیا، مین تین کے لیے تیار ہون، اور پھر بغیر ایفائے وعدہ چلا گیا، ایک ہفتہ کے بعد آکر پھر فال نکالی تو یہ شعر تھا،

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ حوالتِ من　　　اگر ادا نکنی قرضدارِ من باشی

اس پر فتح علی حافظ کی قبر سے لپٹ گیا، اور پے در پے سیکڑون بوسے دئیے[1]،

مجھے صرف شاہان مغلیہ کا حافظ سے شغف دکھلانا تھا لیکن بات مین بات پیدا ہوگئی،

لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

جہانگیر کی بہترین تاریخ خود اوس کی اپنی لکھی ہوئی تزک ہی، اور بہت سے ایسے واقعات جو دوسری عام تاریخون مین نہین ملتے اِس مین موجود ہین، سر سید مرحوم نے علی گڈھ سے اس کا ایک نہایت

1- Brown persian Literary History PP 315-319

صحیح اڈیشن ۱۸۶۴ء مین شایع کیا تھا، میجر ڈوڈ پرائس[1] (Major David price) نے ۱۸۲۹ء مین لندن سے اس کا ترجمہ شایع کیا اور سید احمد علی صاحب رامپوری نے ۱۲۹۱ھ مین نظامی پریس کانپور مین اس کا اردو ترجمہ طبع کرایا، اسلئے ہم کو جہانگیر کے خانگی معاملات مین اِس کی طرف متوجہ ہونا چاہئیے دیوان حافظ سے فال نکالنے کے متعلق لکھتا ہی،

"در بسیاری از مطالب بدیوان خواجہ رجوع نمودہ ام، و عجب اتفاق آنچہ بر آمدہ، نتیجہ مطابق ہمان بخشیدہ، و کم است کہ تخلف نمودہ[2]"،

ہمایون کی عمر ایسی پریشانی مین گذری کہ اوس کو خود کبھی لکھنے کا موقع نہ ملا اور اگر اوس کی بہن گلبدن بیگم، اور اوس کا آفتابچی جوہر، ہمایون نامہ اور تذکرۃ الواقعات نہ لکھتے تو اوس کے عہد کے یہ واقعات بھی نہ معلوم ہوتے، تاہم اس دیوان کے علاوہ دوسری تاریخون سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہی کہ وہ فال نکالتا تھا، چنانچہ جب ہندوستان پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ ہوا تو اوس نے فال نکالی، مآثر رحیمی لکھتا ہی

"درین حال حضرت جہانبانی (ہمایون) و خانخانان (بیرم خان) بتاریخ سنہ نہصد و شصت و یک (۹۶۱) از کابل متوجہ ہندوستان شدند، .... درین باب بدیوان لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی تفاؤل نمودند، این بیت بر آمد،

"ہمت از مرغ ہمایون طلب و سایۂ او
زانکہ با زاغ و زغن شہپر ہمت بنود[3]"

اب ہم اس خاص دیوان کی طرف متوجہ ہوتے ہین، اس مین دو آدمیون کے خط ہین،

1- Buckland - Dictionary of Indian Biography P343.

۲؎ تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۹، ۳؎ مآثر رحیمی، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۶۰۴،

ان مین بعض پر نام ہین، اور بعض پر نام نہین، جہانگیر نے جہان جہان فال نکالی ہے، اوس کا سبب نتیجہ اور اپنا نام لکھدیا ہے، جہانگیر نستعلیق مین لکھتا ہے، کتاب کی دوسری قلمی عبارتین خط نسخ مین ہین، اس سے ہم فوراً معلوم کرسکتے ہین کہ وہ اُس کی نہین، بلکہ ہمایون کی ہین، اس مضمون مین واقعات تاریخی حیثیت سے مرتب کرکے دکھائے نہین گئے ہین، بلکہ دیوان کے صفحات کے لحاظ سے اون یادداشتون کو پیش کیا گیا ہے،

کسی ناقدر جلد بند کے تغافل سے بعض الفاظ کٹ گئے ہین، خان بہادر مولوی عبد المقتدر صاحب نے اون عبارتون کو پورا کرنے کی کوشش کی ہی، اور ہم جو مکمل عبارت لکھین گے وہ انھین کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہوگی،

(۱) ورق الف ۲۴ یا صفحہ ۲۸

"...... لے نور چشمی شاہ ...... شادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

مکمل عبارت یہ ہوسکتی ہے،

"برائے نور چشمی شاہ خرم کشادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ یہ عبارت کس وقت اور کس حالت کی ہوسکتی ہے، شہزادۂ خرم کے نام کے پہلے "شاہ" کا لفظ ہم کو یہ بتاتا ہی کہ یہ تحریر شوال ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ء) کے بعد کی ہے، کیونکہ معتمد خان، اقبالنامہ جہانگیری مین لکھتا ہے،

"چون مہم دکن از شاہزادۂ پرویز متمشی نشد .... ناگزیر شاہزادہ جوان بخت جہان کشائے سلطان خرم را کہ مجدد فتح رانا (امیر سنگھ والی اودے پور) نمودہ و آنچنان سیع دیو خصلت را بدام اقبال در آوردہ بود بفتح دکن نامزد فرمودند بخطاب والا شاہی کہ در زمان حضرت صاحبقران گیتی ستان (تیمور) تا حال ہیچ

شاہزادہ تجویز نشدہ، لطف فرمودند و بشاہ خرم ممتاز ساختند......
.... روز دوشنبہ نوزدہم شوال ....
بصوب دکن شرف ارزانی داشتند[1]"،

شہزادۂ خرم سے اکبر و جہانگیر دونون کو غایت محبت تھی، خافی خان لکھتا ہے،

"شاہزادۂ عالی نژاد بلند اقبال محمد خرم کلان بود، نظر بر عنایات و توجہات جد بزرگوار و پدر نامدار کہ نسبت بخسرو در حق آن غرۂ جاہ و جلال زیادہ بلند دل می گردید[2]"

جہانگیر کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ جب کبھی خرم کو کہین روانہ کرتا ہی تو خاص اہتمام سے بھیجتا ہی، اور اوس کی واپسی پر اس جوش محبت سے ملتا ہی کہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے، اوس کو گلے لگاتا ہے، پاس بٹھاتا ہی، انعام و اکرام دیتا ہی، خطابات کی بارش کرتا ہے، اور کیا کچھ نہین کرتا،

شاہجہان اسی اثنا مین جہانگیر سے دور رہا، اور ایک سال ۱۳ ماہ بعد ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو فتح دکن کے بعد واپس آیا، ایک سال کا عرصہ عاشق باپ کے لئے ایک مدت طویل تھی، چنانچہ جس بےخودانہ طریقہ سے اوس نے خرم سے ملاقات کی اوس کو معتمد خان یون لکھتا ہی،

"بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم ہر ماہ الٰہی سنہ دوازدہ جلوس مطابق یازدہم شہر شوال ۱۰۲۶ھ، در قلعہ شاہ آباد ماندو در دو موکب مسعود اتفاق افتاد و ادراک سعادت ملازمت پدر عالیقدر بمبارکی و فیروزی نصیب در روزی شد، بعد از ادائے مراسم کورنش و آداب زمین بوس بالائے جھروکہ طلبیدہ از غایت محبت و از فرط شوق بے اختیار از جائے

[1] اقبالنامہ جہانگیر مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال حالات ۱۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۵ سنہ ہجری صفحہ ۹۱-۹۰،

[2] خافی خان منتخب اللباب، جلد اول صفحہ ۲۲۲،

خود برخاستہ دوسہ قدم پیش نہادہ در آغوش عاطفت گرفتند، چندانکہ ازینجانب در آداب

و فروتنی مبالغہ شد، ازان حرف در اعزاز و احترام افزودہ نزدیک بخود حکم نشستن فرمودند

.... اکنون بجلدوی این خدمتِ شائستہ منصب سی ہزاری

ذات و بست ہزار سوار و خطاب شاہجہانی عنایت شد، و مقرر فرمودند کہ بعد ازین در مجلس

بہشت آئین بجہت نشستن آن شاہ والا قدر صندلی متصل تخت می نہادہ باشند، واین

عنائتے است مخصوص شاہ فلک شکوہ کہ از زمان امیر صاحبقران تا حال درین سلسلہ

علیہ رسم نبودہ.......... وخود از جھروکہ بپایان آمدہ خوانچہ از جواہر

خوانے از زر بر فرقدان سائے آن درۃ التاج خلافت و جہانگیری نثار فرمودہ، فزونی

عمر و جاہ آن برگزیدہ دین و دولت از درگاہ حضرت رب العزت مسالت نمودند[1]،

جس وقت **نورجہان** سے فتح دکن کا مژدہ سنتا ہی، بے اختیار ہوجاتا ہی، فوراً جواب

خط لکھتا ہی، اور اوس کے ساتھ یہ بات طے کر دیتا ہی کہ آیندہ سے شاہجہان کے نام کے ساتھ تمام کاغذات

"فرزندی" کا لفظ بھی لکھا جایا کرے اور شاہجہان کے خط پر فی البدیہ یہ شعر موضوع کر کے لکھتا ہی،

شدے از التماسِ شاہ خرم — بفرزندی ما مشہورِ عالم[2]

پس ہم ان واقعات سے جہانگیر کی تحریر پر یہ رائے قایم کر سکتے ہین کہ یہ اسی زمانہ کی ہی،

جبکہ خرم مہم دکن پر اس سے دور تھا، وہ ایک ایک دن اس کی غیبت کا گنتا، چنانچہ خرم واپس آکر

اس سے ملا ہے تو اس واقعہ کو تزک مین خود یون لکھتا ہی،

"وبتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ جلوس موافق یازدہم شہر شوال

سنہ بعد از گذشتن سہ پہر و یک گھڑی در قلعہ ماندو مبارکی و فرخی سعادت ملازمت دریافت

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۳–۱۰۴، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۱،

مدت مفارقت پانزدہ ماہ و یازدہ روز کشید، بعد از تقدیم کورنش و زمین بوسی بالائے

جھروکہ طلبیدم، و از غایت محبت و شوق بے اختیار از جائے خود برخاستہ، در آغوش

عاطفت گرفتم، چندانکہ او در آداب و فروتنی مبالغہ نمود من در عنایت و شفقت افزودم

و نزدیک خود حکم نشستن فرمودم[1].....،،

وہ شعر یہ ہے،

چشم بد دور کز آن خوش باز آورد — طالع نامور و دولت مادر زادت

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ فتح دکن کی خبر سننے سے پہلے جہانگیر نے فال نکالی تو

تو یہ شعر نکلا،

روز ہجران و شبِ فرقت یار آخر شد — زدم این فال گذشت اختر و کار آخر شد

اوس کو حافظ پر اس قدر یقین ہی کہ اس فال کے نکلنے کے بعد ہی لکھتا ہی کہ

"چون لسان الغیب حافظ چنین املا نمود، مرا امید واری تمام دست داد (تزک صفحہ ۱۸۹)

(۲) **ورق ۳۸ صفحہ ۷۶**

"این غزل، خاصہ این بیت تفأل ہمایون شد چندبار"

غزل مذکور کا مطلع یہ ہی،

بیا کہ رائت منصور بادشاہ رسید — ز تعرجاہ بر آمد، باوجِ ماہ رسید

اور خاص شعر یہ ہے،

عزیز مصر بر غم برادران غیور — ز قعر چاہ بر آمد، اوج ماہ رسید

یہ عبارت نسخ مین ہی، اسلئے ہمایون کی ہی، اب دیکھنا یہ ہی کہ یہ شعر کس موقع پر نکلا تھا،

---

[1] تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۹۵،

عام قاعدہ ہی کہ جب ایک اہم واقعہ کے متعلق کوئی بات کسی بڑے آدمی کی زبان سے نکل جاتی ہی تو فوراً مشہور ہو جاتی ہی، چنانچہ[1] اس شعر کے متعلق صراحتاً فال نکالنے کا حال تو اگرچہ کسی تاریخ مین نہین لکھا ہی، لیکن فرشتہ اس شعر کا ایک خاص موقع پر زبان زدعام ہونا بتایا ہے،

"زمانہ بدین ترانہ مترنم گردید" بیت

عزیز مصر برغم برادران غیور زقعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید"[2]

ہمایون، شیر شاہ سے شکست کھا کر ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۳ء) مین بھاگتا ہے، اوس وقت اس کے تین بھائی مرزا عسکری، مرزا کامران، مرزا ہندال، کچھ نہ کچھ طاقت و حکومت رکھتے ہین، لیکن اون مین سے کوئی بھی اوس کی مدد نہین کرتا، بھائیون کی بد اخلاقی و بے مروتی بلکہ خفیہ سازشون کو دیکھ کر ایران جاتا ہی، وہان برسون رہنے اور شاہ ایران سے فوجی امداد کے بعد ساتوین محرم ۹۵۲ھ (۱۵۴۹ء) کو قندھار کی طرف روانہ ہوتا ہی، مرزا عسکری، آمادۂ جنگ ہو جاتا ہی، اکبر کو کامران کے پاس روانہ کر کے خود قلعہ بند ہو جاتا ہی اور ہمایون کو تقریباً چھ مہینے اس کی تسخیر مین لگ جاتے ہین، عسکری عاجز ہو کر مطیع ہوتا ہی، لیکن موقع پا کر نکل بھاگتا ہی، اور پھر عداوت شروع ہو جاتی ہی، کابل مین مرزا کامران مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہی، ہمایون اس طرف روانہ ہوتا ہی، کامران تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ جاتا ہی، اور دسوین رمضان ۹۵۲ھ کو قلعہ پر ہمایون کا قبضہ ہو جاتا ہی، فتح کابل کی یہ تاریخ ہی،

"بے جنگ گرفت ملک کابل از وے"

اس کے بعد بھی بھائیون نے چین نہ لینے دیا، اور اسی خانہ جنگی کی بدولت وہ ۹۶۲ھ (۱۵۵۴ء) تک ہندوستان فتح نہ کر سکا،

ہمارا خیال ہی کہ ہمایون نے یہ فال ایران سے رخصت ہوتے وقت، یا قلعۂ کابل کی مہم پر

[1] معارف ماہ نومبر ۱۹۲۲ء، [2] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۳۸،

روانہ ہونے کے خیال سے نکالی تھی،

(۳) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

"از فال مصحف کہ ایک بر آمد از دیوان، این شاہ بیت آمد وچندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ تعالی چون فتح ولایت شرقی و مبارزان آن دیار با مرکہ گار شوند ندر خوبی نجواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع ان تفاؤلات نیز رقم کردہ شود، بمنہ و توفیقہ، شب دوشنبہ بیجدہم ذی حجہ ۹۶۱ھ ہجری در شہر ذینبناد تحریر یافت، والسلام"

یہ عبارت بھی نسخ مین ہے، اور ہمایون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،

ہمایون اپنے بھائیون سے اطمینان حاصل کر کے ذی الحجہ ۹۶۱ھ ہجری (۱۵۵۳ء) کو کابل سے روانہ ہوا، اس کے متعلق بھی فرشتہ نے عجیب قصہ لکھا ہے، اور چونکہ وہ بھی فال کے متعلق ہے، اس لئے شائد دلچسپی سے خالی نہ ہو، جب ہندوستان کے لوگون نے ہمایون سے دوبارہ حملۂ ہند کی درخواست کی تو اوس نے کہا کہ مین حملۂ ہندوستان کے متعلق فال نکالتا ہون، تین آدمیون سے اون کے نام دریافت کرون گا، اور اگر اون کے نام سے فال نکلی تو مین حملہ کرون گا، چنانچہ سب سے پہلے جو شخص ملا، اوس کا نام دریافت کیا گیا، اوس نے جواب دیا، دولت خواجہ، آگے بڑھ کر دوسرا آدمی ملا، اوس کا نام مراد خواجہ تھا، ہمایون نے دل مین کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا، حسن اتفاق سے تیسرے آدمی کا یہی نام تھا، ہمایون نے اس کو شگون نیک سمجھ کر حملۂ ہند کا ارادہ کر لیا،[1]

ہمایون کابل سے روانہ ہو کر محرم ۹۶۲ھ مین بکرام وہان سے نیلاب، ۲ ربیع الثانی کو لاہور،

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۴۱-۲۴۲،

، ر رجب کو سرہند اور ۲ر شعبان کو سکندر شاہ کو شکست دیکر ابتدار رمضان مین دہلی مین داخل ہوا[1]

محض دہلی کی فتح اور آگرہ کے قبضہ سے ہمایون کو کوئی اطمینان وقوت نصیب نہین ہوئی تھی، شکست خوردہ دشمن کے سینہ مین آتش انتقام بھڑک رہی تھی، عادلیون نے بہار وجونپور پر قبضہ کر لیا تھا، سلطان محمد خان سور اون کے مقابلہ کے لئے بنگال سے بڑہا، لیکن عادلیون نے ہیمون کی مدد سے اوسے شکست دی[2]،

شاید انھین حالات کے سلجھانے مین ہمایون مصروف تھا کہ اوس نے یہ فال نکالی تھی، لیکن افسوس کہ اس فال کے تین ہی ماہ بعد اسکا انتقال ہوگیا اور اپنی منت پوری نہ کرسکا، ہمایون نے جس شاہ بیت کی طرف اشارہ کیا ہی وہ یہ ہی،

نظر بر قرعۂ توفیق ویمن دولت شاہ است بدہ کامِ دلِ حافظ کہ فال بختیاران زد

(۴) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

اوسی صفحہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت ہی، ظالم جلد بند نے اِس عبارت کے بہت سے حصے کاٹ دیئے ہین، اس عبارت کو بھی مولوی عبد المقتدر صاحب نے مکمل کیا ہے،

"............ حمیر برسر رانا رفتہ بودم درسکار

.... ند الماس راسیدہ ارسرمن افتاد

.... سکون اس راحوب ندانستہ نفال

.... دیوان حواجہ نمودم ایں عرل برآمد روز دیگر بعو ند ندانسد

حررہ نور الدس جہانکیر ابن اکبر بادشاہ غازی فی ماہ محرم ۱۰۲۴ھ"

مکمل عبارت یہ ہوگی"

[1] فہرست کتبخانہ متعلق شعراء ایران، جلد ۱، 2- O.P. Library Catlogue vol I

"در اجمیر برسر رانا رفتہ بودم، در شکار تعویذ الماس تراشیدہ از سر من افتاد و من شگون این را خوب ندانستہ تفأل بدیوان خواجہ نمودم، این غزل برآمد، روز دیگر تعویذ پیدا شد، حررہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی فی محرم ۱۰۲۳ھ ہجری"

اکبر نے تمام راجپوتون کو کسی نہ کسی صورت سے اپنا بنا لیا تھا، لیکن اودے پور کا غیور راجہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا، اوس کے لئے اوس نے مہمین بھیجین، خود گیا، لیکن بے سود، جہانگیر نے بھی تخت نشینی کے بعد اِس طرف توجہ کی لیکن ۸ سال جلوس مطابق ۱۰۲۲ھ تک کوئی نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا، خود اس طرف روانہ ہوا، اور اجمیر مین قیام کر کے شاہجہان کو اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا، اقبالنامہ لکھتا ہی،

"چون ہموارۂ عساکر فیروزی مآثر .... انتظام شائستہ ونسق پسندیدہ بپذیرفت رائے جہان کشائے چنان اقتضا فرمود کہ خود بسعادت واقبال متوجہ استیصال آن سیاہ بخت وخیم العاقبت شدہ روزے چند اجمیر را معسکر اقبال بلند ساخت[1]"

چنانچہ دوسری شعبان ۱۰۲۲ھ کو اجمیر کی طرف روانہ ہوا، ۵ر شوال کو اجمیر مین داخل ہوا اور "در ساعت فیض اشاعت ششم دی ماہ[2] مختار انجم شناسان یونانی وہندی بود، نواب قدسی القاب جہانبانی وکشورستانی بادشاہزادۂ عالم وعالمیان سلطان خرم را با لشکر آراستہ ہمعنان فتح وفیروزی بدان صوب دستوری فرمودند[3]"

۱ ۱/۲ سال کی سخت کوششون کے بعد رانا امر سنگھ نے اطاعت قبول کی، اور شاہجہان ۲۰ر محرم ۱۰۲۳ھ ہجری[4] کو اجمیر پہونچا، بادشاہ کو فتح کی خبر پہلے ہی معلوم ہوگئی تھی، اور شاید اسی مژدۂ جانفزا کے جوش مین وہ اوس دن خوب شکار کھیلتا رہا، اور اسی بے خبری مین الماس کا تعویذ ٹوٹ کر گر پڑا،

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۱، [2] شاہجہان نامہ صفحہ ۶۹ مطابق بہ چہار دہم ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ، [3] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۲، [4] تزک جہانگیری مین ورود اجمیر کی تاریخ ۱۲ محرم ہے،

شعر یہ ہے،

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد　　دلِ رمیدۂ ما را رفیق مونس شد

اِس شعر کے بائین طرف حاشیہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت لکھی ہے،

"فال کہ بجہت الماس کشودہ بودم"

(۵)　درق الف ۱۳۷ صفحہ ۱۴۶

یہ عبارت بھی جلد بندی کی دست درازی سے نہ بچ سکی،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین .... خود در اجمیر نزدل اجلال داشتم .... کار برو تنگ شد اختیار ...... مدگی ..... ہنوز خبر دیدن اد برسیدہ بود .... بہ لسان الغیب حافظ نمودم ا .... غزل برآمد وبعد از د ..... روز خبر رسید کہ رانا خرم .... ملازمت کرد، در محرم ۱۰۲۴ھ حررہ نورالدین جہا ......"

مکمل عبارت یہ ہے،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین نمودہ خود در اجمیر نزدل اجلال داشتم چون کار برو تنگ شد، اختیار بندگی نمود، ہنوز خبر دیدن اد نرسیدہ بود کہ تفأل بہ لسان الغیب حافظ نمودم، این غزل برآمد وبعد از دو روز خبر رسید کہ رانا خرم را ملازمت کرد، در محرم ۱۰۲۴ھ، حررہ نورالدین جہانگیر"

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شہنشاہ جہانگیر نے خرم کو امر سنگھ رانائے اودے پور کی تنبیہ و تادیب اور اوس کی ریاست کے تسخیر کے لئے روانہ کیا تھا، امر سنگھ اگرچہ مشہور رانا پرتاب کا بیٹا تھا لیکن اوتنی ہمت و جرأت اور ضبط و نفس کشی نہ رکھتا تھا، پہلے تو باپ کی طرح اودے پور چھوڑ کر پہاڑیون مین

جا چھپا اور مقابلہ پر آمادہ ہوگیا، لیکن جب ابتدا ۱۰۲۳ھ ہجری مین شاہجہان نے اودے پور پہونچکر اپنی فوجین تمام علاقہ مین پھیلا دین اور جب،

"رفتہ رفتہ کار براو تنگ شد، و روزگار بعسرت و دشوار کشید و ہمراہان جدائی گزیدند و معدودے کہ ماندند، از شدت بیماری و ضعف قدرت بر نقل و حرکت داشتند"[۱]

تو مجبوراً اوس نے،

"شوبھ کرن نام خالوے خود را با ہرداس جھالہ کہ نوکر عمدۂ او بود بخدمت شاہزادۂ بلند اقبال فرستاد و عجز و انکسار را شفیع ساختہ بندگی و فرمان پذیری اختیار نمود"[۲]

شاہجہان نے فوراً قاصد روانہ کئے، وہ ابتدا محرم ۱۰۲۴ھ ہجری مین اجمیر پہونچے، اور حافظ کی پیشین گوئی کی تصدیق کی، چنانچہ جہانگیر خود اپنی تزک مین لکھتا ہے،

"او اخر این ماہ کہ در بیرونہاے اجمیر بشکار مشغول بودم، محمد بیگ ملازم فرزند بلند اقبال سلطان خرم رسید و عرضداشت آن فرزند گذرانیدہ معروض داشت کہ رانا با پسران، شاہزادہ را ملازمت نمود"[۳]

میرا خیال ہے کہ یہ دونون تحریرین ایک ہی دن لکھی گئی ہین، کیونکہ دونون واقعے محرم کے لکھے ہوئے ہین، اس تحریر سے تعویذ کے متعلق میرا جو خیال ہے وہ بھی صحیح ہے[۴]، غزل کا مطلع یہ ہے،

"گنونکہ در چمن آمد گل از عدم وجود　　بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود"

اور دوسرا شعر یہ ہے،

"بنوش جام صبوحی بنالۂ دف وچنگ　　ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے وعود"

---

[۱] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ،، ۔ ۶، [۲] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ،،، [۳] تزک جہانگیری، [۴] مفصل حالات کے لئے شاہجہان نامہ صفحہ ۹۲ - ۶۷ دیکھو،

(۶) ورق ۸۱ ب صفحہ ۱۶۲

"..... بس کس حال عالم لہ حافظ

...... نام داشت لساده بودم

...... ل عالم کس وارای

...... و بالچی گری ترساده بودیم"

مکمل عبارت یہ ہے،

"بجہت کس خان عالم کہ حافظ حسن نام داشت کشادہ بودیم، خان عالم را پیش

والائے ایران بایلچی گری فرستادہ بودیم"

یہ عبارت نستعلیق میں ہے، اور یقیناً جہانگیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نشہ کی حالت میں اوس وقت لکھی گئی ہے، جبکہ قلم ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا نہ جاسکتا تھا، اور ہاتھ کانپ رہا تھا، جہانگیر اپنی تزک میں خود اپنی اس حالت کا ان الفاظ میں اقرار کرتا ہے،

"کار بجائے کشید کہ در خمارہا از بسیاری رعشہ و لرزیدن دست پیالہ خود نمی توانستم خورد، بلکہ دیگران میخوراندند"[1]،

"دیوان حافظ والی تحریر میں "کس خانعالم" میں کس کے معنی نوکر کے ہیں،

"جہانگیری عہد میں حافظ کے نام سے بہت کم لوگ یاد کیے جاتے ہیں، البتہ تزک میں ایک جگہ آیا ہے،

"درین تاریخ حافظ حسن ملازم خانعالم بامکتوب مرغوب گرامی برادرم شاہ عباس و عرضداشت آن رکن السلطنت بدرگاہ پیوست، وخنجر قبضہ دندان ماہی جوہردار بسیار ابلق،

۱؎ تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۲،

کہ برادرم بخانعالم لطف نمودہ بودند، چون نفاست تمام داشت، بدرگاہ فرستادہ بود از نظر گذشت"[1]،

یہ حافظ حسن ۱۰۲۶ھ ہجری میں خانعالم کے تقریباً کچھ دنوں پہلے آیا تھا اوس سے خانعالم کے آنے کا ارادہ معلوم ہوا ہوگا اور اپنے دوست قدیم کی یاد تازہ ہوگئی ہوگی، اور اسی بنا پر اوس نے فال نکالی ہوگی، دونوں کے دوستانہ تعلقات کے متعلق جہانگیر کا خاص مورخ معتمد خان لکھتا ہے،

"از التفاتے کہ شاہ بخانعالم داشت، اگر بشرح وبسط رقمزدہٗ کلک سوانح نویس گردد سواد خوانان صفحہ ہستی حمل براغراق خواہند نمود و ہموارہ در محاورات خان جہان خطاب میفرمودند و زمانے از خدمت خود جدا نمی خواستند و حسب اتفاق اگر روزے یا شبے بضرورت در کلبہ خویش خواستی بسر برد، بے تکلفانہ بمنزل او تشریف آوردہ، عواطف و مہربانی را پایہ برتری نہادندے"[2]،

فال میں یہ شعر نکلا اور اس کے چند دنوں بعد ہی خانعالم جبکہ جہانگیر کشمیر جارہا تھا، ایران سے آکر سعادت قدمبوسی سے مشرف ہوا،

شعر یہ ہے،

"حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود   قدمے نہ بوداعش کہ روان خواہد شد"

(۷) ورق ۱۱۱ الف صفحہ ۲۲۲

"بجہت خلاصی نیح اللہ بسر حکیم ابوالسیح را ادگناہ و ادر الخدم" ۱۰۱۵

اس عبارت پر کہیں پر بھی کوئی نقطہ نہیں ہے، اسلئے نقطہ کے بعد یہ عبارت یوں پڑھی جاسکتی ہے،

"بجہت خلاصی فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح برآمد گناہ اورا بخشیدیم" ۱۰۱۵

۱؎ فہرست اورنیٹل پبلک لائبریری پٹنہ جلد اول شعراء ایران مرتبہ مولوی مقتدر خان ۲؎ اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۲۱۲،

حکیم فتح اللہ، حکیم مسیح الدین ابو الفتح بن مولانا عبد الرزاق گیلانی کا بیٹا تھا، ابو الفتح اپنے دو بھائیون حکیم ہمام اور حکیم نور الدین کے ساتھ سنہ ۲۰ جلوس اکبری آکر نوکر ہوا،

اکبر کی وفات کے بعد جب جہانگیر تختِ حکومت پر جلوہ افروز ہوا، تو خسرو نے بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا، شکست کے بعد گرفتار ہوکر آیا، اور اکبر آباد (آگرہ) مین قید کر دیا گیا، جہانگیر نے حکم دیا کہ ایک دن امیر الامراء کے سپاہی اور ایک دن آصفخان کے آدمی پہرا دیا کرین، آصفخان نے اپنے ابن عم نور الدین محمد کو اس کام کے لئے مقرر کیا، وہ تنہا خسرو کے یہان آتا جاتا رہا تا آنکہ دونون نے باہم حلفیہ وعدہ کیا کہ جب موقع ملیگا علم بغاوت بلند کر دینگے، فتح اللہ اور نور الدین محمد سے دوستانہ تعلقات تھے، جب نور الدین نے اوس سے کہا تو وہ بھی راضی ہوگیا، اعتماد الدولہ کا لڑکا محمد شریف بھی اس سازش مین شریک تھا، اعتبار خان کا ایک ہندو نوکر بھی شریک ہوگیا، اور تقریبًا چار سو آدمیون نے خسرو کی حمایت مین اظہار رضا کیا، اور طے یہ ہوا کہ بادشاہ کو واپسی کابل کے وقت راہ ہی مین شہید کرکے خسرو کو تخت پر بٹھایا جائے، لیکن جہانگیر کی خوش قسمتی سے ان لوگون مین سے ایک شخص آزردہ خاطر ہوکر اون سے الگ ہوگیا، اور اوس نے جاکر خواجہ ویسی دیوان خرم سے سارا حال کہہ سنایا، اوس نے خرم سے کہا، خرم نے فورًا آکر جہانگیر کو اطلاع دی، واقعہ کی تحقیقات شروع ہوئی، اور

"بعد از ثبوت نور الدین محمد ولد آصفخان مرحوم و محمد شریف پسر اعتماد الدولہ و ہندوے اعتبار خان و بداغ خان ترکمان را بر دار کشید شدہ"[1]

حکیم فتح اللہ کے متعلق حکم ہوا

"کہ تشہیر کردہ بر خر دراز گوش سوار سازند و منزل بمنزل باین رسوائی می آوردہ باشند"[2]

یہ اقبال نامہ کے الفاظ ہین لیکن خود جہانگیر لکھتا ہے کہ

[1] اقبال نامہ جہانگیری صفحہ ۹، ۲۰۰۲، [2] اقبال نامہ صفحہ ۳۰،

"و فتح اللہ را مقید و محبوس ساختہ بمعتمدان سپردہ"

اور ہمارے خیال مین اس کے بعد لوگون نے اوس کے لئے سفارش کی ہوگی، جہانگیر نے حافظ سے تفأل کیا اور اوس کی بنا پر اوسے آزاد کر دیا،

شعر یہ ہین،

آنکہ پامال جفا کرد چو خاکِ راہم | خاک می بوسم و عذرِ کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا | چاکرِ معتقد و بندۂ دولت خواہم"

(۸) **ورق الف ۱۱۵ صفحہ ۱۳۰**

"وقتے کہ از الہ باس بعد .... حضرت والد بزرگوار ملہ ..... اگرہ بودم، در اثناے راہ .... رسید کہ تفأل بدیوان حا...... بالا نمود، این غزل بر آمد وہم سعادت خدمت و رضا جوی و حاضر بو .... در واقعہ ناگزیر دست د.... .... وہم دولت مورو........ روزے گشت کہ بعینہ مضمون ..... غزل بود، در جمید الثانی کشودہ شد راقمہ نور الدین جہـ .... ابن اکبر"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

"وقتے کہ از الہ باس بعقد ملازمت حضرت والد بزرگوار خواہشمند آگرہ بودم، در اثناے راہ بخاطر رسید کہ تفأل بدیوان حافظ بالا نمود، این غزل بر آمد وہم سعادت خدمت و رضا جوئی و حاضر بودن واقعہ ناگزیر دست داد وہم دولت موروثی روزی گشت کہ بعینہ مضمون این بود، در جماد الثانی کشودہ، راقمہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر"

سنہ ۱۰۰۸ ہجری مین اکبر مہم دکن پر تھا، اور جہانگیر مہم چیتور پر، بد اندیشون نے سمجھایا کہ یہ اچھا موقع ہے، اکبر دار السلطنت سے کئی صوبے پرے ہے، آپ چلکر آگرہ مین جلوہ آرائے سریر حکومت ہو جئیے،

نشہ مین مست، جوانی کے خمار سے متوالا جہانگیر، آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جب آگرہ پہونچا تو قلیچ خان قلعہ دار نے ظاہرا اطاعت کی، لیکن جہانگیر نے قلعہ کو اوسی کے حوالہ کر دیا، اکبر کی ماں مریم مکانی نے جو جہانگیر کو

"زیادہ از فرزند ارجمند خود دوست می داشتند"

جب یہ سنا تو قلعہ سے باہر نکل آئی کہ جہانگیر کو سمجھائے، جہانگیر کو اس کی خبر ہو گئی اور قبل اس کے کہ دادی سے ملے کشتی پر سوار ہو الٰہ آباد کی طرف بھاگ گیا، پھر اکبر نے خود جاکر اوس کو راضی کیا،

جہانگیر کی طبیعت روبہ اصلاح ہوئی، لیکن ۱۰۱۲ھ مین پھر اس کا خیال بدلا، شراب مین مست رہتا، اور شاہانہ زندگی بسر کرتا، بادشاہ نے بلا بھیجا لیکن وہ نہ آیا، اس پر بادشاہ خود روانہ ہوا، لیکن اسکی کشتی بیچ دریا مین ایک ریت کے ٹیلے مین پھنس گئی اور ملاحون کی کوشش کے باوجود نہ نکل سکی، لوگون نے اس کو شگون بد سمجھا اور اکبر کو اس ارادہ سے باز رکھا، اسی اثنا رمین مریم مکانی کے مرض الموت کی خبر پہونچی اور اکبر آگرہ چلا آیا، مریم مکانی نے جہانگیر کو خط لکھا یا کہ اس وقت اگر مجھ سے ملنا ہی تو آؤ، لیکن اسی اثنار مین مریم مکانی کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد جہانگیر نے آگرہ آکر معافی چاہی پھر باپ کے پاس گیا، اکبر کا دل بھر آیا، اور اُسے دیکھ کر بہت رویا، پھر پدرانہ شفقت سے ان الفاظ مین نصیحت کی،

"از افراط بادہ پیمائی و اثر رہنمونی ہمراہان بد عاقبت خلل در دماغ و مزاج شمارہ یافتہ بہتر آنست کہ چند گاہ درخلوت خانہ بآرام بسر برند تا حکما بعلاج مزاج بہم خوردۂ آن فرزند پردازند"[۱]

چنانچہ جہانگیر نے شراب چھوڑ دی، اور نہایت سنجیدہ ہو گیا، اور باپ کی وفات تک آگرہ ہی مین رہا، وہ غزل یہ ہے،

چرا نہ در پئے عزم دیار خود باشم   چرا نہ خاک کف پائے یار خود باشم

[۱] خافی خان منتخب اللباب جلد اصفحہ ۲۳۰،

غم غریبی و محنت چو بر نمی تابم   بشہر خود روم و شہریار خود باشم"

یہ عبارت جہان تک کہ ہمارا خیال ہے، جہانگیر کے بادشاہ بننے کے بعد کی ہے، کیونکہ وہ "واقعہ ناگزیر" اکبر کی وفات اور "دولت موروثی روزی گشت" سے اپنے بادشاہ بننے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسلئے یہ عبارت جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ہجری کی ہوگی،

(۹) ورق الف[۱] صفحہ ۲۴۲

"بجہت کشتہ شدن عثمان ا...... تفال نمودم این ب...... ود و ر بعد از ان ...... قتل المقہور رسید حررہ نورالدین جہانگیر بن اکبرشاہ"

مکمل عبارت یہ ہو گی،

"بجہت کشتہ شدن عثمان از حافظ تفاؤل نمودم، این بیت بر آمد، و دو روز بعد از ان خبر قتل آن مقہور رسید، حررہ نورالدین جہانگیر ابن اکبرشاہ"

عثمان افغان بنگال کا سرکش سردار تھا، جہانگیر کے جلوس کے ساتوین سال ۱۰۲۱ھ (۱۶۱۲ء) جہانگیر قلی خان کی موت پر اسمٰعیل خان بنگال کا گورنر مقرر ہوا، اس نے ڈھاکہ سے شجاعت خان کو اس کے مقابلہ کے لیئے روانہ کیا، و محرم ۱۰۲۲ھ ہجری کو لڑائی ہوئی اور عثمان افغان مارا گیا،[۱]

فال کا شعر یہ ہے،

خوردہ ام تیر نظر بادہ بدہ تا سر مست   عقدہ در بند کمر ترکش جوزا فگنم

اقبالنامہ لکھتا ہی،

"درین جشن خسرو اوزبک کہ در اوزبکیہ بخسرو فرنجی اشتہار داد و از عمدہ ہاے آن دولت بود بقدسی آستان آمدہ سعادت زمین بوس دریافت و مقارن اینحال عرضداشت

[۱] 1 - O.P. Library Catalogue vol I

اسلام خان مشتمل بر قتل عثمان و پاک شدن آن مرز و بوم از لوث افغان رسید[1]"

جس دن اِس کو یہ خبر معلوم ہوئی وہ اس کے ساتوین سال حکومت کا دن تھا، یعنی سہ شنبہ ۱۶ محرم سنہ ۱۰۲۱ ہجری اسلئے اِس حساب سے اِس نے یک شنبہ ۱۴ محرم سنہ ۱۰۲۱ ہجری کو یہ فال نکالی تھی، اور شاید ۷، یا ۱۸ محرم کو یہ عبارت لکھی ہوگی،

(۱۰) ورق الف ۱۷۸ صفحہ ۳۵۶

"روز سہ شنبہ دولت ۱۳ محرم انتخاب برین بیت کہ "تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت باد کام" صورت یافت والسلام در موضع منگہ (منگیر)

یہ عبارت نسخ مین ہی، اور ہمایون کے حرف سے ملتا ہوا حرف ہی، ہمایون آخر مین "والسلام" لکھتا ہے،

تخت نشینی کے بعد شیر شاہ کے مقابلہ کے لئے بہار ہوتا ہوا بنگال تک بڑھ گیا تھا، اور یہ عبارت منگیر کی لکھی ہوئی ہی، اسلئے اوسی زمانہ کی ہی، یہ سنہ ۹۴۴-۴۵ ہجری (سنہ ۱۵۳۷-۳۰ع) کے واقعات ہین،

شعر یہ ہی،

"تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت باد کام　　　　این دعا بر انس و جانست از دل و جان

اِس دیوان مین یہی دس عبارتین ہین، جن پر مین نے تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی ہی، پس اگر کوئی اِس سے بہتر اور صحیح تر واقعہ معلوم ہو تو ناظرین ضرور اطلاع دین،

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۶،

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی

کی

ابلہ فریبیان

(۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

گذشتہ مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہمارے تخیلات متعلق بہ دیگر افراد، بھی اپنی ذات سے متعلق تخیلات کی طرح نفس کے علم سے باہر ہوتے ہین اور اونکی اصلیت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب حقیقت اور واقعات کا سامنا ہوتا ہے، یہ سچ ہے لیکن یاد رکھو کہ تخیلہ مین حقیقت اور اصلیت کے مقابلہ کی بھی اچھی خاصی صلاحیت ہوتی ہی- ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ، بلکہ دس مرتبہ بھی اگر تمھاری ترغیبات کی لغویت تم پر منکشف ہو جائے، تب بھی تم ادنھین خیالات باطل کی طرف رجوع کروگے، اور اپنے آپ کو مثل سابق ترغیب دوگے، ہمارے قوائے عقلیہ مین سب سے زیادہ تخیلہ کے قائم کردہ نقوش دیرپا ہوتے ہین اور سٹ کر دوبارہ قائم ہو جاتے ہین- ہر شخص جانتا ہے کہ تنگی مزاج آدمیون کی اصلاح کرنا، اور بدگمان، لوگون کی بدگمانی دور کرنا کتنا دشوار ہے جن لوگون نے اتالیق بیوی (مسز کاڈل کے کرٹین لکچرز کا اردو مین ترجمہ) کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس کی کافی شہادت دے سکتے ہین، بیوی کی شوہر کی طرف سے بدگمانیان ہر موقع پر غلط

ثابت ہوتی ہین، جب کبھی واقعات کا انکشاف ہوتا ہے تو اُن کے شبہات کو مہمل اور بے سروپا ثابت کرتا ہو، لیکن شوہر کی طرف سے اونکی بدگمانی کسی طرح کم نہین ہوتی، یہ تو خیر ایک مثال تھی، ورنہ زندگی مین تخیلات کے یہی کرشمے روزانہ نظر آتے ہین، جو خود فریبی کا ایک زبردست آلہ ثابت ہوتے ہین، کسی جذبہ یا مخفی خواہش سے مغلوب ہوکر، شک وشبہہ، خوف، نفرت، محبت یا اسی قسم کے دوسرے جذبی اثرات کے زیرنگین ہوکر ہم خفیف ترین وحقیر ترین واقعات کی غلط تعبیرین کرتے ہین، اُن مین مبالغہ سے کام لیتے ہین، کبھی کبھی تصرف، اور ردوبدل بھی کر ڈالتے ہین اور ان نتائج کی بنا پر عجیب وغریب نظرئے اور اصول قائم کرتے ہین جو مضحکہ خیزی مین زعفران زار کشمیر سے کم نہین ہوتے،

تخیل جس طرح خود فریبی کا ایک دوامی چشمہ ہے، اسی طرح اس کا استعمال دوسرون کو دھوکہ دینے مین بھی کیا جاتا ہے، اس قسم کے واقعات عدالتون کے سامنے برابر پیش ہوتے رہتے ہین۔ پرانے فریبئے اور جعلساز، بے وقوف لوگون کے تخیل اور اس ذریعہ سے اون کے مال پر قبضہ کرکے چل دیتے ہین، مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم کی خیالی "اکبری" اور پرفطرت "حجن" محض خیالی نہین ہین، اکبری کی طرح بے وقوف مرد وزن، اور حجن کی طرح عیاری سے ترغیب دینے والے، دنیا مین آج بھی موجود ہین تخیل پر قبضہ کرکے، دھوکہ دینے کی مثالین اکثر اخبار مین نظر آتی ہین، دغاباز لوگ بڑی بڑی دکانون مین جاتے ہین اور اپنے آپ کو رئیس ظاہر کرکے قرض مال وصول کرتے ہین، قصبات کے مُلّا اور سیانے دیہات کی کم سمجھ عورتون کے سامنے مستقبل کی دہشتناک تصویرین کھینچتے ہین، اور صدقہ کے طور پر ان کا زیور اور روپیہ لیکر چل دیتے ہین،

تحریری اور تقریری ترغیبات مین بھی قوت متخیلہ کی فریب دہی سے کام لیا جاتا ہے، ایسے مواقع پر غلط تشبیہات، ناقص تمثیلات اور بے بنیاد موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اشتہاری دوا فروشون اور طماع مشنریون سے قطع نظر بعض متین اور سنجیدہ تحریرون اور تقریرون مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہے

کسی صاحب ثروت کو مطعون قرار دینے کے لئے اوسے شدّاد یا فرعون، سے تشبیہ دینا، کسی شاعر کی ہجو کرنے کے لئے، اُسے قصیدہ خوان کہنا، کسی طریق عمل کو بدنام کرنے کے لئے اوسے، مائل بہ استبدادیت یا غلامی کے نام سے یاد کرنا، یہ سب اسی کی مثالین ہین، عمل ترغیب مین غلط تشبیہات ونظائر کا استعمال ہر ملک کے سیاسی مقررون اور مضمونون مین پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی ترغیبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ سطحی یا لفظی مشابہت کو حقیقی اور معنوی بنا کر پیش کیا جاتا ہو، مثالین جو پیش کیجاتی ہین، ایسی ہوتی ہین جن مین جذبات کو برانگیختہ کرنے، یا تخیلہ پر قابو پالینے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے، لیکن اگر چاہو کہ مثل اور ممثل لہٗ کے درمیان کوئی علاقہ پایا جائے، یا ایک دوسرے پر صحیح انطباق کیا جاسکے، تو یہ نہین ملتا۔ ان ہی بنیادون پر استنتاج کیا جاتا ہو، جو ظاہر ہے کہ بعید از صداقت ہوگا، لسان وکلا، بازاری زعما، اشتہاری دوا فروش، ان کی تقریرین ایسی ہی ہوتی ہین، جن مین استدلال کے خشک ٹکڑون کے بجائے، مبالغہ آمیز تخیلات کی چاشنی ہوتی ہے، ناسمجھ افراد اس دھوکہ مین آجاتے ہین اور ترغیب دہندہ کی حسب خواہش فعل کرنے لگتے ہین،

فریب آمیز ترغیبات کی جو مثالین ہم نے اس باب مین بیان کی ہین، اون سے اس امر کی توضیح ہوجاتی ہے کہ اکثر اوقات ہماری ترغیبات پر خواہ ذاتی ہون یا صفاتی، متضاد جذبات، غلط استدلالات اور بے سروپا تخیلات کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ تینون مؤثرات، ایک دوسرے مین ضم ہوکر اور ایک دوسرے کی مدد سے ہماری ترغیبون کو غلط رُخ پر لیجاتے ہین جس کا انجام خود فریبی یا فریب دہی ہوتا ہے،

ہماری توضیحات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ باطل ترغیبات، خفیہ طریقہ پر، بغیر ہمارے وقوف کے عمل کرتی رہتی ہین، اکثر اوقات تو ہم ان اندرونی محرکات سے بالکل ہی واقف نہین ہوتے، جو اندر ہی اندر ہم کو تحریک دیتے رہتے ہین، لیکن اگر جب اون کا تھوڑا بہت علم ہمارے نفس کو ہوجاتا ہے

اور ہم دیکھتے ہین کہ ان کا اظہار دنیا کے سامنے ہمارے تمسک کا باعث ہوگا، یا خود ان کا خیال تک کرنا ہمارے ضمیر کے منافی ہو، تو اس وقت استدلال اور متخیلہ کی ریشہ دوانیان شروع ہو جاتی ہین ان دونون کی مدد سے ہم اپنے ناگوار محرکات اور خیالات کی ہئیت کذائی کو تبدیل کر کے، اون کو اپنے یا دوسرون کے ضمیر کے لئے قابل قبول بنا دیتے ہین، کسی انسان مین اتنی جرأت نہین کہ وہ برملا، اون خودغرضانہ اور متضاد جذبات، بے سروپا تخیلات اور غلط دلائل کو برہنگی کے ساتھ دنیا کے روبرو پیش کرے، جو بیداری یا خواب کی حالت مین اوس کے نفس کے سامنے آتے ہین، اور اسکی ترغیبات کے لئے فریب آموز ثابت ہوتے ہین،

چونکہ ترغیب کا عمل اس طرح پردۂ خفا مین رہتا ہے، اس وجہ سے جو افعال اوسکی بدولت سرزد ہوتے ہین، اون پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہو اس لئے کہ جب تم ایسے محرکات کے زیر اثر ہو جن کا برملا اظہار تم نہین کر سکتے، حتی کہ خود اپنے نفس کے سامنے اون کا اقبال کرتے ہوئے تم نادم ہوتے ہو، تو ظاہر ہے کہ تمھارے افعال بھی (خصوصًا جب اون سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہین) ضرور پردۂ راز مین رکھے جائین گے، اکثر اوقات یہی مخفی عمل ترغیب بڑھتے بڑھتے ایک سازش کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی لڑکی کی شادی ایک کم استطاعت شخص کے ساتھ ہوئی ہے۔ اب یہ لڑکی جذبۂ حسد کی تحریک سے اپنی چھوٹی بہن کے خلاف سازش کرتی ہو، کیونکہ اس کا آئندہ شوہر ایک ذی ثروت شخص ہو۔ جذبہ تو حسد کی شکل مین نمودار ہوا، اب اس بڑی بہن کا متخیلہ چار سال بعد کا منظر اس کے سامنے پیش کرتا ہو، اس خیالی دنیا مین وہ اپنی چھوٹی بہن کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھتی ہے اور خود اپنے آپ کو قلت آمدنی کی مصیبتون مین گرفتار پاتی ہے، جذبہ کی اس تحریک، اور متخیلہ کی فریب دہی سے متاثر ہو کر وہ اپنی بہن کے خلاف سازش شروع کرتی ہو۔ چھوٹی بہن کی موجودگی مین اس کی آئندہ جدائی کے خیال سے مغموم

نظر آتی ہو، والدین کے سامنے اپنی حیثیت سے بڑھکر رشتہ کرنے کے نقصانات بتاتی ہے، خفیہ طریقہ سے اپنی چھوٹی بہن کی برائیان فریق ثانی تک پہنچاتی ہے، اور اُن کو ترغیب دیتی ہے کہ اُس کے ساتھ رشتہ کا خیال ترک کر دین"

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ مذکورہ بالا مثال مین استدلال کا ترغیب پر کوئی اثر نہین پایا جاتا، اور اور یہ کہ کوئی عقلمند بہن اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہین رکھ سکتی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے، بڑی بہن قوت استدلال سے عاجز نہین ہے، لیکن وہ استدلال بجائے اس کے کہ اسکی خواہشات کی مخالفت کرے، اُس کے جذبات کا ہم آہنگ بن گیا ہو، اور اوسکی حرکات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، "میرے کرنے سے کیا ہوگا؟" "اگر چھوٹی بہن کی قسمت اچھی ہو، تو میری تدبیر کارگر ہی نہ ہوگی" "اگر میری تدبیر کارگر ہوگئی، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ شادی اوسکی قسمت مین نہ تھی، بہرحال میرا کیا قصور ہے" اس طرح کی خود فریبیون یا یون کہو کہ تشفی ضمیر کے لئے وہ استدلال استعمال کیا جا رہا ہے، ہم یہ دعویٰ نہین کرتے کہ مذکورۂ بالا مثال سچ ہے، ممکن ہے کہ یہ راقم کے پرفریب متخیلہ کا نتیجہ ہو، اور کسی خواہش سے مجبور ہو کر یعنی دوسرون کو مسئلۂ ترغیب کے متعلق اپنا ہم خیال بنانے کے لئے، وہ استدلال کر رہا ہو، بہرحال کوئی صورت کیون نہ ہو، اتنی بات مسلمہ ہو کہ حضرت انسان کے گوناگون جذبات کو دیکھتے ہوئے، ایک بہن کا دوسری بہن کے خلاف اس طرح سازش کرنا ناممکن نہین ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی نہین ہوتے ہین، یعنی جذبہ متخیلہ، استدلال اوسی طرح سے خود ترغیبی، خود فریبی، اور باطل ترغیبات مین بھی یہی تینون علحدہ علحدہ عامل رہتے ہین۔ ہمارے جذبات وجدانات، اور جبلی خواہشات ہماری ترغیبون پر حاوی رہتی ہین، اونکی تشفی کے لئے، کبھی ہم غلط استدلال کرتے ہین، اور کبھی فضول، اور مبالغہ آمیز تخیلات سے کام لیتے ہین، اب تک ہماری بحث باطل ترغیبات اور اُن کے مضر نتائج، سے اسی حد تک رہی جہان تک افراد کا تعلق ہے، لیکن افراد کی طرح جماعات کو

بھی باطل ترغیبات دیجاسکتی ہین، یا جماعات خود اپنے آپ کو اس قسم کی ترغیب دے سکتی ہین، جب باطل ترغیبات کا اثر کسی ذی اقتدار ہیئت اجتماعیہ مین ہوتا ہے، جس کے افراد وحدت مساعی اور مقاصد کے رشتہ مین منسلک ہوتے ہین، تو اس صورت مین ان کے مضر اثرات تعداد افراد کی مناسبت سے اور زیادہ ہوجاتے ہین، اور انکا دائرہ بھی وسیع ہوجاتا ہی، اُن کی وساطت سے طاقتور جماعتین اپنے افراد اور دوسری کمزور جماعتون کو اپنے قابو مین رکھنے کی کوشش کرتی ہین، تہدید، عدمیت (Nihilism) فوضویت (Anarchy) انتفاع ناجائز، اور بہت سے دوسرے مضر اثرات رونما ہوتے ہین اور حیات اجتماعیہ کے ہر شعبہ پر اپنا مضر اثر ڈالدیتے ہین، پس اس قسم کی ترغیبات کا تجزیہ قومی اور جماعتی اعتبار سے نہایت مفید ہوسکتا ہے، اور آئندہ باب مین اسی سے بحث کیجائیگی۔

اُسوۂ صحابیات

مصنفہ

مولانا عبدالسلام ندوی

اس کتاب مین ازواج مطہراتؓ، بنات طیبات، اور اکابر صحابیات کے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی اور علمی کارنامے درج کئے گئے ہین، اس حیثیت سے وہ عورتون اور لڑکیون کے درس، مطالعہ اور ہدایت کے لئے نہایت مفید ہی، قیمت عہ رہے، اور منیجر مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈہ سے مل سکتی ہے،

بہادر خواتین اسلام

گذشتہ مسلمان خاتونون کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۸ر

"منیجر"

تلخیص وتبصرہ

"اسلامی تعلیم وتمدن"

سر عبدالرحیم نے حال ہی مین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک مبسوط صدارتی خطبہ اسلامی تعلیمات، تمدن اور توقعات پر دیا، اس خطبہ کے بعض حصص قابل مطالعہ ہین،

"میرا اعتقاد کامل ہی کہ اسلام کو ابھی دنیا مین بہت کچھ کرنا ہی، اسلام کی صداقت کے لیے نہ تو ہم کو تصوف کے عالم خیال کی سیر کرنیکی ضرورت ہی نہ یہ زیب دہ بلیغ جلوون مین مستور ہی، اور نہ شاعرانہ بلند پردازی اور خیالی چمک کے پردے مین اس کو چھپانے کی حاجت، اس کو ہر شخص اس کے اصول اس کے ارکان اور اس کے پیروون کی تاریخ مین تلاش کرسکتا ہی، ہر وہ شخص جسکا دماغ ذرا بھی قوت فہم کا مالک اور تعصب سے خالی ہی، اس کو پاسکتا ہی، جہان ایک مرتبہ تم نے اس صداقت کو جان لیا پھر تم کو اس بات کی ضرورت نہین رہتی، مشرق ومغرب کے اصول پر جس کا کہ آجکل اس قدر چرچا ہے غور کرو

اسلام کا اصل الاصول توحید ہے، اس کے معنی اس بڑے رحیم، قوی، رب العلمین، دنیا کے مالک کی برتری ویکتائی کے اقرار کے ہین، اسلام کا یہ دعوی نہین ہی کہ اسی نے یہ اصول دنیا کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے، مسلمان فقہا وصحابہ اسے اس کو ضمیر انسانی کی آواز بتاتے ہین، ہمارے ایمان کا یہ اولین رکن ہی، اسلام اس پر تمام مذاہب سے بہت زیادہ زور دیتا ہے اور اپنے احکام کے ذریعہ اس صداقت کو ہر وقت زندہ وقائم رکھنا چاہتا ہے، اس کا سب سے بڑا رکن نماز ہے، اس کے معنی یہ ہین کہ ہم دن بھر مین پانچ مرتبہ اگرچہ چند لمحون ہی کے لیے اُس قادر مطلق کے سامنے

عجز و انکسار کے ساتھ حاضر ہوکر اپنے معاشرتی و دنیاوی فرائض کے لیے توفیقِ عمل کی دعا کرین؛

یہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کی روح ہی، اور یہی چیز اس کے عالمگیر برادری کی مظہر ہی یہ دعوت و تبلیغ کا مذہب ہی، وہ ہر رکن انسانی کو خواہ وہ سفید ہو، سیاہ ہو، یا گندمی، خواہ وہ سامی ہو، آریہ ہو، تورانی ہو، یا حبشی، اپنے حلقہ مین شرکت کی دعوت دیتا ہی اور اس طرح ایک روحانی، مضبوط، اور منتظم زندگی کی تعلیم دیتا ہی ب مجھے اس بات کے بتانے کی ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ یہ خیال کہ اسلام نے بزورِ تبدیلِ مذہب کو جائز رکھا ہی ایک بالکل ہی غلط خیال ہی، ہم کو صرف ظالمون کے مقابلہ مین استعمالِ قوت کی اجازت ہے، اسلامی قوانین غیر مسلم اقوام کو جو اسلامی ممالک مین رہتی ہون ہر قسم کے شہری حقوق دیتے ہین، اتنا ہی نہین ہی بلکہ ذمیون کو عام اجازت ہی کہ وہ نہایت آزادی سے اپنے رسوم، عبادات، مذاہب اور تمدن کی پیروی کرین، حقیقۃً اسلام کا یہ ایک اہم اصول ہی کہ تمام انسان (صرف مسلمان یا کسی خاص مذہب و ملک کے آدمی نہین) اشرف المخلوقات ہین، اور ان کو اختیار ہی کہ وہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قوتون سے جس طرح بھی چاہین، اس دنیا مین متمتع ہو سکتے ہین، اسلام مین شریف و رذیل، اور چھوت اچھوت کی کوئی تفریق نہین ہے،

اسلام اپنی تعلیمات کی روح ہی کے ذریعہ نہین، بلکہ اپنے قوانین، و ارکان کے ذریعہ ایک عام انسانی اخوت و جمہوریت کے قیام کی کوشش کرتا ہی، اور حصول مقصد کے لیے ہر شخص کو وہ تمام حقوق و مواقع دیتا ہی جس سے وہ مستفید ہو سکے، اس مین ذہین و غبی، جاہل و عالم اور امیر و غریب کا امتیاز نہین اسلام کا پہلا قانون یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ کماتا ہی وہ اس کا مالک اور اپنی کمزوریون کا ذمہ دار ہے اسلام مین بالشوزم کا کوئی عنصر نہین ہی، ذاتی و شخصی حقوق و ملکیت تسلیم ہی نہین کیجاتی، بلکہ ان مین کوئی خلل انداز نہین ہو سکتا، دوسرے مذاہب کے مقابلہ مین اسلام ہی ایسا دین ہے جو انفرادی و جماعتی ارتقاء و ارتفاع کا حامی اور ان کے لئے ساعی ہے، اسلام مین سرمایہ دارون اور مزدورون

مین کوئی اختلاف پیدا نہین ہو سکتا، اس لیئے کہ دونون آزاد ہین، رنگ، ملک و ملت کی کوئی خلیج ان کو ایک دوسرے سے الگ نہین کرتی، اسلام کی اقتصادی عمارت کا یہ سنگ بنیاد ہی اور تاریخ کا کوئی واقعہ اس کی کمزوری کو ظاہر نہین کرتا، لیکن جہان اسلام، سرمایہ دارون اور مزدورون کو کامل آزادی دیتا ہی وہان معاشرتی تخریب، دابتری کو بھی نہین دیکھ سکتا اور اس مین بھی کسی قسم کا امتیاز قائم نہین.

یہی وہ حالات تھے جنھون نے صدیون تک مسلمانون کو تمدن کا علمبردار اور علوم و فنون کا مالک رکھا، اور اگرچہ زمانہ کے ہاتھون انکا زوال شروع ہوگیا، تاہم ان کے لگائے ہوئے درخت اب تک بار آور ہین، انیسوین صدی کی ابتدا تک وہ تمام اقوام سے قوی تر تھے، اور اسلامی تاریخ، رجال عظام علماء، اور انکی حیرت انگیز کامیابیون سے اس قدر مملو ہے کہ بہادرانِ اسلام پر متعدد ضخیم سبق آموز و ولولہ انگیز جلدین لکھی جا سکتی ہین، عربی علوم مین مجھے صرف قانون (فقہ) کے متعلق کچھ جاننے کی عزت حاصل ہی؛ اور مین کہہ سکتا ہون، کہ قسم و تعداد دونون حیثیتون سے وہ بہترین ہی، عالم تاریخ مین صحت بیان، طریقہ ادا، اور انداز نقد کا مقابلہ بہت کم قومین کر سکتی ہین، ان کے لغات، دائرۃ المعارف، اور نحوی کتابین علمی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح، واضح اور مرتب ہین، انھون نے کیمیا، ریاضیات، اور فلکیات کے علوم کو بہت بڑھا دیا، عربون، ایرانیون اور دوسرے اسلامی اقوام کا شاعری اور دوسرے فکری علوم مین بڑا حصہ ہے، اس علمی و تمدنی محبت نے شاہانِ اسلام کے دلون مین ایک خاص ولولہ پیدا کر دیا تھا، انھون نے کتابون، تحریرون اور عالمون کی تلاش مین دنیا کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا، اور جہان کہین جو گوہر مل گیا اسے حاصل کیا، علماء، فضلاء، فلاسفہ اور صناعون پر جواہرات کی بارش ہوتی تھی، یہی چیز تھی جس نے تمام علوم و فنون اور صنعتون کو عام کر دیا، عروج اسلام کے وقت لاتعداد جامعے (یونیورسٹیان) کلئے (کالج) مدرسے اور مکاتب قائم ہوگئے تھے، اور لڑکے اساتذہ علوم کے پاس آکر مستفید ہوتے

اسی ذوق علم نے صدیون ایشیا، یورپ اور افریقہ مین وہ زندگی پیدا کر دی تھی جس کا موجودہ یورپ

کی حیات علمی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہی، مسلمانون کا علمی سرمایہ اتنا بڑا تھا کہ ہر کتبخانہ کی فہرست متعدد جلدون
پر مشتمل ہوتی تھی، اسلام اس حیثیت سے کسی حق حفاظت کا قائل نہین بلکہ ہر شخص اس آب حیات سے
مستفید ہوسکتا ہی تمام علمی مذہبی موضوع پر آزادی سے بحث کیجاسکتی تھی، چنانچہ خود اس حلقہ مین ۲۷ مختلف
عقاید کی جماعتین شریک تھین. فن عمارت، نقاشی، اور خطاطی مین ان کے ذوق سلیم، جدت پسندی اور حسن پسندی
کا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا، یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہی کہ مسلمانون نے جن سے جو کچھ سیکھا ان کے ہمیشہ ممنون
منت رہے. اونھون نے ریاضیات کی تعلیم ہندؤن سے پائی، اور اسکا نام ہندسہ[1] رکھا، اونھون نے
لاکھون قلوب مین یونانی فیلسوفون، عالمون اور صناعون کی عزت پیدا کردی، حتی کہ ایک معمولی لڑکا
بھی ارسطو و فلاطون کا نام جانتا ہے، اور اسی وجہ سے ان پر فقدان جدت کا الزام لگایا جاتا ہے،

اس جملہ مین بڑی صداقت ہی کہ آسمان کے نیچے کوئی چیز نئی نہین ہی" ارتقائے انسانی قدم بقدم اس
درجہ تک پہنچی ہے، عربون، عبرانیون اور مغلون نے اپنے زمانہ کے تمام علوم کو ازسرنو زندہ کرکے بڑھایا،
ان مین اضافہ کیا اور نئے مباحث پیدا کئے، یہ ایک نہایت ہی افسوسناک حقیقت ہی کہ اسلام کے علمی و
تمدنی خدمات کا اعتراف نہین کیا جاتا، لیکن کیا اگر مسلمان یورپ کے تاریک خطون مین اپنی روشن مشعل
علمی نہ لیجاتے تو کیا اس کے علمی ظلمکدہ کا چراغ جل سکتا تھا، لیکی کا بیان اس کا شاہد ہے. وہ کہتا ہے
جب تک کہ علوم معابد سے، جوامع مین منتقل نہ ہوئے اور جب تک اسلامی علوم و فنون کی آزاد تعلیم نے
مسیحی مذہبی کڑیون کو نہ توڑ دیا، یورپ مین علمی بیداری نہ پیدا ہوسکی:

ہندوستان بھی اپنی گوناگون ترقیون کے لئے اپنے مسلمان حکمرانون کا احسان مند ہی، اسلامی
کارنامون کی نشانیان صرف تاج اور دوسری وہ تمام عمارات ہی نہین ہین جو سارے ملک مین پھیلی

---

[1] معارف: یہ فیلالوجی یعنی تشریح لغوی غلط ہے، "ہندسہ" فارسی لفظ اندازہ کی تعریب ہی جس کے
معنی انجینیرنگ کے ہین، اوس کو ہند سے تعلق نہین۔

ہین، بلکہ وہ قالین، غالیچے، شال، ململ، چکن، زردوزیدہ کپڑے، لکڑی ہاتھی کے دانتون اور آبنوس کے منقش
سامان بھی ہین جو یورپ و امریکہ کے بعض گھرون کی رونق بڑھا رہے ہین مغلون کی علمی نخل بندیون کا ایک
بہترین ثمرہ اردو ہی اور اگر بعض متعصب مدبرین اس کی راہ ترقی مین رکاوٹ پیدا نہ کرین تو اس مین ہندوستان
کی لنگوا فرانکا وعام زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے"

جرمنی اور لسانیات ہند

ماڈرن ریویو کی ایک قریب کی اشاعت مین جرمن مضمون نگار ہر جے، نوبل نے ایک مضمون مین یہ
دکھانے کی کوشش کی ہی کہ جرمن ہندوستان کے علم الالسنہ سے کس قدر دلچسپی و اعتنا کا اظہار کرتے ہین
فاضل مضمون نگار لکھتا ہے:-

"دنیا کے کسی خطہ مین ہندوستان کی لسانیات، اثریات، تاریخ، اور مذاہب کا اس وسعت و دلچسپی
سے مطالعہ نہین کیا جاتا، جتنا کہ جرمنی مین، لسانیات کے پروفیسرون مین اکثر سنسکرت کے اساتذہ کامل ہین
اور کوئی بھی ایسا جامعہ نہین ہی جس مین طالب علم سنسکرت کی تعلیم نہ حاصل کرسکتا ہو، لسانیات ہند کے طلبار
کو صرف سنسکرت ہی پر اکتفا نہین کرنا پڑتا بلکہ اوستا، اور تبتی اور چینی کی سنسکرت تصانیف کی کافی
تعداد کا مطالعہ بھی لازمی ہی، برلن نے اے، دبر، الیف، بپ، آر پیشل، اور پروفیسر لیوڈرس جیسے
ماہرین باکمال پیدا کئے ہین، بپ لسانیات کا بانی تھا، ویبر کی تاریخ ادبیات ہند (History of Indian Literature) اب تک اسی طرح وقیع ہے اور پیشل کی ویدی مطالعہ (Vedische Studien) اور پراکرت گرامر اس کے تبحر کو ظاہر کرتی ہین، گوٹنگن، اپنے پروفیسر ایچ، اولڈن برگ پر
نازان ہے، پروفیسر موصوف نے ویدی اور پالی زبانون کا وسیع مطالعہ کیا ہے، اس کی مشہور ترین
تصنیف (Buddha Sein, Leben, Sein lehre, Sein gemeinde) ہے اولڈن برگ
کے پیشرو وکیل ہارن نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان مین کتبات اور قواعد نحو کے پڑھنے

مین بسر کیا تھا۔ بن دو کو پیش کرتا ہے، ان مین سے ایک اُفرخت، رگ وید اشاعت اور اپنے مشہور (Catalogus cata Catalogorum) کے لئے شہرت حاصل کر چکا ہی، اور دوسرا پروفیسر ایچ جیکوبی جینی مذہب کے متعلق سند ہی لیپسک نے پروفیسر بروک ہاس اور پروفیسر ونڈس پیدا کیے ہین، اوّل الذکر نے کتھا سرت ساگر کو اڈٹ کر کے ترجمہ کے ساتھ شایع کیا ہے، اور موخر الذکر بدھ مذہب وید اور ہندوستانی تمثیلات کا استاد ہی، برسلو سے سنسکرت کالی داس کی تصانیف شایع کین، اور پروفیسر ہلبرینڈ وہان تعلیم دیتا ہے، وہ ویدی ادبیات اور ہندی صنمیات کا ماہر کامل ہی، کے، الیف، گلڈنیز، جو ویدی ادبیات کے بہترین ماہرین مین ہے، ماربرگ مین درس دیتا ہے، پروفیسر ہلٹزش، اڈیٹر کتبات جنوبی ہند (The south Indian inscriptions) جو کچھ ہندوستان مین بھی گذار چکا ہی، اشوک کے کتبات شایع کرنے کی کوشش کر رہا ہی، پروفیسر الیف سی، شیر ڈر کیل مین ہین، بہین پروفیسر الیف، ڈیوسن بھی تھا، جو اپنشد اور ویدانت کا بڑا مداح رہا ہے، ورزبرگ مین، پروفیسر جالی ہندی ادویہ و فقہ کا بڑا ماہر موجود ہی، اور میونشن کا پروفیسر جیگر، پالی اور ایرانی السنہ کا مستند عالم ہی، ٹوبنجن کا پروفیسر گاربے، سنکھیا اور یوگ کے مذاہب فلسفہ مین مہارت تامہ رکھتا ہے،

اُن اشخاص کا جو علماء ہندی السنہ و تاریخ کے مطالعہ مین مشغول ہین، حلقہ، جوامع کے اساتذہ و کارکنون سے کہین وسیع تر ہے،

جمعیۃ نسائیہ مصر

گذشتہ مہینہ مین یہ خبر آچکی ہی کہ رومہ مین تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جلسہ منعقد ہونیوالا ہی اور اسکی شرکت کے لیے مصر و ہندوستان کی خواتین بھی جانیوالی ہین، مصری خواتین اس سلسلہ مین زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہین، چنانچہ الاخبار مصر سے یہ معلوم ہوا کہ وہان قاہرہ مین جمعیۃ نسائیہ مصریہ کے نام سے مصری خواتین کی ایک انجمن قائم ہوگئی ہے۔ ابھی حال مین وفد رومہ کے تعلق سے اس جمعیۃ نے ایک بیان وہان کے اخبارات مین شایع کیا ہی جو خود اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کی تفصیل و تشریح پر بھی مشتمل ہے، چنانچہ اس بیان مین لکھا گیا ہی کہ

رومہ مین منعقد ہونیوالی مجلس نسوان کے لیے جو دعوت نامہ مصر کے تمام اخبارات مین شایع ہو چکا ہے اس کے ذریعہ سے تمام لوگ ایک حد تک اس کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو چکے ہین، یہ دعوت نامہ ان تمام اہم مسائل پر مشتمل ہے جو وہان مجلس مین زیر بحث آنیوالے ہین،

رومہ کی مجلس مین پیش ہونیوالے مسائل کی جو تفصیلی فہرست شایع ہو چکی ہی وہ نہایت کثیر و متنوع مسائل پر مشتمل ہی اور اُن مین کا بڑا حصہ ایسا ہی جو مصر کے عالم نسوانی کی ضروریات و مقتضیات سے کوئی تعلق نہین رکھتا اس بنا پر جمعیۃ نسائیہ مصریۃ مرتب ہوگئی ہی جو وفد رومہ کے ساتھ بھیجی جائیگی، لیکن اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد صرف ذیل کے ۵ مسئلون تک محدود رہینگے اور اسکی ساری کوششین انھی پر صرف ہونگی،

(۱) عورتون کی عقلی و ادبی ترقیون کی تحصیل کیلئے کوشش کرنا۔ تاکہ وہ اجتماعی و سیاسی زندگی مین مردون کے برابر اپنا حصہ کر سکین،

(۲) اس حق کا مطالبہ کرنا کہ جو عورتین چاہین مردون کے برابر اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکین،

(۳) منگنی کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جائین جن کے ذریعہ سے ہونیوالے زن و شو قبل از عقد ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہو سکین،

(۴) تعلقات زوجیت کے عملی قوانین کی اصلاح اور ان قوانین کو دینی و شرعی تعلیمات کی روح پر منطبق کرنیکی کوشش کرنا۔ مصری خواتین کو ان مظالم سے جو اُن پر بغیر حسن معاملت کے تعدد زوجات اور بغیر کسی صحیح سبب کے جلد جلد طلاق دیکر کیے جاتے ہین بچانا،

(۵) ایسا قانون بنائے جانے کا مطالبہ کرنا جس کے ذریعہ سے قبل از سن بلوغ یعنی ۱۶ برس سے کم عمر مین لڑکیون کی شادی ممنوع قرار پائے،

(۶) مختلف وسائل سے ترقی و تحسین صحت کی کوشش کرنا،

(۷) بدعات، خرافات اور اوہام کے خلاف جو علم صحیح کی راہ مین سدراہ ہین جنگ کرنا،

(۸) محاسن و فضایل اخلاق کی ترقی و توسیع کی کوشش اور رذائل و سیئات کے خلاف جنگ کرنا،

(۹) جائز اور صحیح وسائل سے ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے موثر طرز عمل کی تنظیم کرنا،

مجلس کی اعضا وارکان خواتین جو ان مقاصد کو عملی طور پر حاصل کرنے کے لیے رہنمایانہ جد وجہد کرینگی

ان کی حسب مدارج و مراتب تفصیل یہ ہے،

عہدہ دار خواتین۔ (۱) محترمہ ہدی شعرادی رئیسہ مجلس (۲) شریفہ ریاض وکیلہ۔ (۳) عطیہ فواد خزانچی

(۱) احسان احمد ناظمہ (سکریٹری)

ارکان مجلس عاملہ خواتین، المحترمہ وحیدہ خلوصی، فردوس شستا۔ ناجیہ راشد غزرہ فوزی۔ جمیلہ عطیہ

ارکان اعزازی خواتین۔ محترمہ خدیجہ عبد السلام، فردوس عقیقی۔ احسان ہیکل۔ رجبنیا خیاط۔ فاطمہ رجب

وحیدہ ثابت۔ نعیمہ الواصبع۔ استر فہمی ویصا۔ نبویہ موسی۔ فکریہ حسنی۔ لبیبہ احمد۔ فاطمہ سامی۔ جلیلۃ البجراوی

مجلس رومہ مین اس جمعیۃ کی نمایندگی وہ وفد کریگا جس کے ارکان محترمہ ہدی شعرادی

رئیسہ مجلس اور محترمہ نبویہ موسیٰ اور زین النبرادی ارکان مجلس ہین،

سب سے بڑا اور اہم مقصد اس وفد کا یہ ہے کہ وہ مصری خواتین کے متعلق یورپ مین ان پھیلے

ہوئے اور عام خیالات کی تردید کرے کہ مصری عورتین زاویۂ خمول مین پڑی ہین، اور وہ عملی

زندگی سے بہت دور ہین، ان کے لئے اپنے گھر کی چار دیواری کے باہر کوئی جولانگاہ عمل نہین ہے،

اور قوم و ملک کے عام شئون و حالات مین ان کا کسی طرح پر بھی اثر نہین ہے،

رومہ کی مجلس نسوان مین شریک ہونا، اور ان مسائل پر جنکا تعلق عورتون کی ترقی

سے ہو وہان بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرنا یقیناً اس وقت قومی ارتقا و ترقی

کی خدمت کا مناسب ترین اور بہترین ذریعہ ہے،

یہ جمعیۃ اپنے اہل وطن مرد و عورت سے ان افکار و خیالات کی صورت مین معاونت

چاہتی ہے جو اس کے اغراض و مقاصد کو عمل مین لانے اور عورتون کو ان کے اس مناسب

درجہ تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہون جس کے بعد وہ اپنے کنبہ و وطن کے فرائض و واجبات

کو اچھی طرح ادا کر سکین،

اور یہ جمعیۃ ہر وقت آمادہ ہے کہ جو خواتین اس سے وابستگی اور اسکی شرکت قبول کرین انکو

اپنے حلقہ رکنیت مین داخل کرلے۔ اس سلسلہ مین ضروری خط وکتابت کے لئے پتہ یہ ہے،

حرم شعرادی پاشا ، شارع قصر نیل نمبر (۲) مصر

ان مقاصد بالا پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ خواتین مصر نے اپنے مطالبات کی فہرست

تیار کرنے مین یورپ کی انجمن خواتین کی کورانہ تقلید نہین کی ہے، بلکہ اپنے مشرقی تمدن اور شرع اسلامی کو

ملحوظ رکھا ہے، البتہ جو بنیادی غلطی اس تعمیر مین ہے وہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ اوس کو مذہب

کی چٹان پر قایم کیا جائے، تمدن جدید کے ریگ پر اس کو کھڑا کیا گیا ہے، ان مطالبات مین کوئی شے

ایسی نہین جس کو شریعت غرا کامل طور سے پورا نہ کر سکتی ہو، اگر اصلاح مذہبی کے رنگ مین اس کو جلوہ نما

کیا جاتا تو بآسانی یہ مطالب انجام پاتے، اور دیگر ممالک کی خواتین کے لئے اس مین شریک ہونا ممکن ہوتا،

ورنہ

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

اخبار علمیہ

دنیا موجودہ سائنس کے عجائبات کے سننے کی عادی ہو گئی ہے، مشہور فرانسیسی سائنس دان اڈورڈ بیلن نے دعوٰی کیا ہے کہ وہ گھر بیٹھے بہت جلد سمندرون اور دنیا کے بعید ترین خطون کو دیکھ سکے گا،

اگر یہ دعوٰی صحیح ثابت ہوا، تو یہ ایجاد عمومی اور قومی حیثیت سے بہت ہی دلچسپ واہم ثابت ہو گی، اُس وقت ہم اپنے کمرہ مین ایک لاسلکی ریسیور کان کے پاس اور ایک آئینہ کو سامنے رکھکر نہایت اطمینان سے سپاہیون کا ہنگامۂ رستخیز سن اور دیکھ سکین گے خواہ یہ معرکے قسطنطنیہ مین ہون، ہندوستان مین یا چین مین، ہمارے سامنے غیر ملکی متحرک تصویرین ہونگی، لیکن یہ وہ تصاویر نہ ہونگی جو ہفتون پہلے کیمرون کے ذریعہ معکوس ہوئی ہین، بلکہ زندہ اور اصلی تصاویر ہونگی جو ہم کو یہ بتا سکین گی کہ اس وقت دور دراز ممالک مین کیا ہو رہا ہے، کیا "جام جم" اور "آئینۂ جہان نما" کی حکایت درست تھی؟

ہم اب تک قوت ذائقہ ہی کو ہر قسم کی اکل و شرب کی لذتون کا موجب سمجھتے تھے، لیکن اب پتہ چلا ہے کہ اس قوت سے ہم صرف چار قسم کے مزے دریافت کر سکتے ہین — شیرین، ترش، تلخ اور نمکین؛ دوسرے نازک ذائقے صرف قوت شامہ کی مدد سے معلوم ہو سکتے ہین، جام کھاتے وقت اپنی ناک بند کر کے آپ اسکا ثبوت پا سکتے ہین۔ ان حالات مین پھلون کی مخصوص خوشبو کے ذائقہ سے آپ محروم رہینگے،

اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ قوت ذائقہ اپنے حصول مقصد کے لئے ایک بڑی حد تک قوت باصرہ کی مرہون منت ہے، مے نوشون مین بہت ہی کم لوگ ایسے ملین گے جو آنکھین بند کر کے بیر اور سٹوٹ کے ذائقون مین فرق معلوم کر سکتے ہون، خود ہم لوگون مین بعض ایسے آدمی ہین، جو بلا دیکھے کافی اور چاء کے ذائقہ مین تمیز نہین کر سکتے.

جنگ کے نابینا سپاہیون مین سے اکثر اس بات کے شاکی ہین کہ اب وہ ذائقہ تنبا کو سے محروم ہین، اور اس لذت کے حصول کے لیے بہت سخت قسم کا تنباکو استعمال کرتے ہین جو اس کمی کو ایک حد تک پورا کرتا ہے؛ ایک امریکن سائنس دان، اس دعوٰی کے ثبوت کے لئے یہ آسان صورت پیش کرتا ہے کہ جب آپ سگرٹ یا تنباکو پینے لگین تو آنکھین بند کر لین، اور اس سے آپ کو وہ فرق معلوم ہو جائیگا، جو آپ کو دو دیہجان کو دیکھکر ہوتا ہے،

ان تمام باتون سے پتہ چلتا ہے کہ قوت شامہ اور باصرہ ہماری قوت ذائقہ کے لئے بہا ضروری ہین،

حال ہی مین دنیا کی قدیم ترین عورت کا پتہ چلا ہے، یعنی اوسکا کاسۂ سر اور کچھ ہڈیان عجیب طریقہ سے فرانس مین ملی ہین،

ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ وہ ۳۰۰۰۰ سال قبل فرانس کے شہر بورڈو سے چند میل کے فاصلہ پر رہتی تھی اسکے قیام کے قریب ہی ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو اوسکی آبی ضروریات کو پورا کرتا تھا، ایک دن وہ اس مین کود یا گر گئی، اور ماہرین جو وہان پر ایک ایسی قوم کے آثار تلاش کر رہے تھے جو ۵۰۰۰۰ سال پہلے وہان آباد تھی، غیر متوقع طریقہ پر اس قدیم ترین عورت کی ہڈیون کے پانے مین کامیاب ہوے،

اب تک موٹرون کے مالکون کے پاس یہ معلوم کرنیکا کوئی طریقہ نہ تھا کہ ڈرائیور نے کتنا وقت بیکار ضایع کیا، یا کتنی دیر تک خود متمتع ہوتا رہا، لیکن اب ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جس سے مالک صحیح حالات دریافت کرسکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایک منٹ کی موٹر کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے، عام موٹر میٹر کی خصوصیات کے علاوہ یہ آلہ ہر سفر کی ابتدا اور انتہا، مسافت، موٹر کی رفتار، اثنائے راہ مین قیام، اور عرصۂ قیام کے متعلق معلومات مہیا کرتا ہے، اسی طرح اگر موٹر بلا کسی مسافر کے چلی ہے تو اوسکا بھی مکمل حال اس سے معلوم ہوتا ہے، غرض یہ موٹر کے لئے کراماً کاتبین ایجاد ہوا ہے،

بورن ول کا مشہور کارخانہ کڈبری برادرس اندنون ایک میل میٹر (ٹکٹ کا آلہ) اپنے دفتر مین استعمال کر رہا ہے جو عنقریب تمام صوبون مین رائج کیا جائیگا، یہ آلہ ایک منٹ کے اندر ۲۰۰ خطوط پیکٹ یا کارڈون پر ٹکٹ اور مہر لگاتا ہے، بورن ول اور دوسرے علاقون مین اوس کا استعمال اُمید کہ ٹکٹون کی قیمت کی کمی کا سبب ہوگا کیونکہ اس سے ڈاکخانہ والے بڑی محنت سے جو اون کو خطوط کو سیدھا کرنے اور ٹکٹون پر مہر لگانے مین کرنی پڑتی ہے بچ رہینگے،
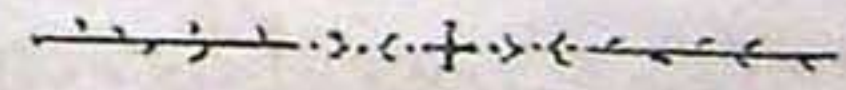
یہ بات عام طور سے معلوم نہین ہے کہ اگر لیمون کو نچوڑنے سے پہلے گرم کرلیا جائے تو اس سے دوگنا عرق نکلے گا، جو لیمون فوری ضرورت کے لیئے نہ ہون، اُن کو ٹھنڈے پانی مین سرد مقام پر رکھنا چاہئے تاکہ وہ اپنی تازگی قائم رکھ سکین،

حلق کی بعض بیماریون مین، ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ عرق لیمون کو ملا کر استعمال کرنا بہت مفید ہے، ایک انڈے مین تھوڑی سی شکر اور ایک چمچہ عرق ملا کر کھانا، مقرر کے حلق کے لیے بہت سودمند ہے،

بعض اشخاص کا تجربہ ہے کہ شدت درد سر کے وقت تیز چائے مین اس عرق کو ملا کر پینے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے، اگر گرم کیا ہوا دودھ استعمال کرنا ہو اور وہ ذائقہ کام و دہن کے لائق نہ ہو تو جوش دیتے وقت اس مین اوسکی ایک قاش ڈال دی جائے، لیکن پینے سے پہلے اسے نکال دینا چاہیئے

خانگی ضروریات کے لیے بھی یہ بہت مفید ہے، میز پوش پر سے سیاہی کے داغ اس کے ذریعہ آسانی سے دور ہوسکتے ہین، پہلے ان دھبون پر نمک چھڑک دیجئے اور پھر اس کے عرق سے رگڑ کر صاف کرلیجئے، رومال، بنیائن یا دوسرے سفید کپڑون مین دھونے کے لیے گرم کرتے وقت اگر اوسکی چند قاشین ڈال دی جائین تو کپڑے بہت صاف ہونگے،

منھ دھونے مین بھی یہ کار آمد ہے، نصف لیمون، جسکا عرق تقریباً نچوڑا جا چکا ہو، چہرے پر اسپنج کی طرح رگڑنے سے اون کو صاف، و نرم کرتا اور جھریون کو مٹاتا ہے،

تقریباً ۸۰ سالون سے ایک پہیہ کی سائیکل کی طرف اہل ایجاد کا خیال رجوع تھا، ہم کو یاد آتا ہے کہ ہم نے عرصہ ہوا اس قسم کی ایک سائیکل کا حال سنا تھا، لیکن اس وقت ہم اس کے فوائد پر نظر نہ ڈال سکے کیونکہ اوسی زمانہ مین بائسکل اپنی موجودہ شکل اختیار کر رہی تھی، گذشتہ چند سالون سے یہ خیال از سر نو پیدا ہو گیا تھا، اور اب اس مین ایک بڑی حد تک کامیابی نظر آتی ہے، اس موجودہ سائیکل کا موجد ایک امریکن پروفیسر ای، اے کرسنی ہے، یہ سائیکل موٹر کی خصوصیات رکھتی اور ۲۵۰ میل فی گھنٹہ چلتی ہے

انگور کے شکری اجزا، پر موسم کا بڑا اثر ہوتا ہے، گرم دن اور سرد راتین سب سے زیادہ شکر پیدا کرتی ہین،

ڈاکٹر میکائل ڈیوڈ کا بیان ہی کہ جرمنی کے اعداد شمار ظاہر کرتے ہین کہ نوزائیدہ بچون کی جسامت نہایت سرعت سے گھٹ رہی ہی، جنگ کے آخری تین سالون مین یہ کمی اور بڑھ گئی اور اسکا اثر سب سے زیادہ لڑکون پر پڑا ہے،

ایک ڈاکٹر، ڈیلی میل مین عورتون کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ سستا اون، اور رنگین زیرین پوشاک استعمال نہ کرین کیونکہ اون سے مختلف جلدی امراض پیدا ہوتے ہین،

الاسکا مین ۱۸۹۱ء مین صرف ۱۰ بارہ سنگھے تھے، ۱۹۰۲ء مین ۱۲۸۰ ہوئے اور اب انکی تعداد ۳،۰۰۰۰۰ سے ۵،۰۰۰۰۰ ۲ تک بتائی جاتی ہی، ان کے علاوہ ۱۰۰۰۰۰ جانور گوشت و چمڑے کے لیے ذبح کیے گئے ہین،

جرمنی مین ایک ۱۲ سالہ فوق الفطرۃ ذہانت کی ایک لڑکی ہی اس نے اپنے دماغ پر کامل قبضہ کی مشق پیدا کرلی ہی، وہ بیک وقت ایک جرمن گانا گاتی، داہنے ہاتھ سے ایک انگریزی جملہ اور بائین سے فرانسیسی لکھتی ہی،

ایک ہی وقت مین وہ ایک زبان کا ایک جملہ الٹا اور دوسری زبان کا سیدھا لکھتی ہے وہ ایک ہاتھ سے گنتی اور دوسرے ہاتھ سے اولٹا املا لکھتی ہے،

نیوزا (ہنگری) مین دنیا کی سب سے بڑی المونیم کی کان دریافت ہوئی ہے،

برگو مین ایک عجائب خانہ ہی جس مین ہر عہد کے ہر قسم کے بندھاے لباس جمع کیے گئے ہین

جنوبی ناروے، مین ایک مقبرہ کا پتہ چلا ہے جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہی کہ ملکہ ولنگ کا ہی، اس مقبرہ مین وہ تمام چیزین ہین جن کو کہ اس زمانہ کا اعتقاد، آئندہ زندگی کے لیے ضروری سمجھتا تھا، مثلاً باورچی خانہ، پلنگ، بسترے، چرخے وغیرہ،

بلجیم کے افریقی علاقہ کانگو مین، پرسونائٹ نامی ایک دھات کا پتہ ہے، جس سے ریڈیم حاصل کیا جاسکتا ہے،

حال مین ایک ایسا تصویر کشی کا آلہ (کمرہ) ایجاد ہوا ہے، جو ذرات کی تصویر کھینچ سکیگا،

بہتر و تیز روشنی سے کوئلون کی کانون مین زیادہ کام ہوسکتا ہی، حال کی تحقیقات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بڑے لیمپون کا استعمال تقریباً ۱۰ فی صدی کوئلون کا اضافہ کرتا اور کانون کو زیادہ صاف بناتا ہے،

امریکہ مین ایک موٹر نما نے قسم کا ٹنک بنایا گیا ہے، جو زمین پر اور پانی مین یکسان ایک رفتار سے چلتا ہے، اس کے ذریعہ توپین، ذخائر جنگ، اور دوسری جنگی اشیا، نہایت آسانی سے منتقل کیجا سکتی ہین،

بیرم فن (سویڈن) مین ایک کپڑا ملا ہے، جس کے متعلق خیال ہو کہ یورپ کی قدیم ترین پوشاک ہے۔

انگلستان کے آخری عدالتی اعداد ظاہر کرتے ہین کہ وہان مے نوشی اور قمار بازی کی وارداتون مین کمی ہوئی ہے، ذیل کے اعداد اس کی تصدیق کرینگے۔

	سنہ ۱۹۲۱ء	سنہ ۱۹۲۰ء	سنہ ۱۹۱۳ء
شراب نوشی	۸۱۲۸۳	۹۸۶۰۶	۲۰۴۰۳۸
قمار بازی	۱۴۴۷۴	۲۴۴۲۳	۲۹۳۸۴

سنہ ۱۹۲۱ء مین ۲۶۸۲۶۴۴ آدمی پیش ہوئے۔ ان مین سے ۵۲۵۷۱۴ پر جرمانہ ہوا اور ۲۹۶۱۷ کو کوڑون کی سزا دیگئی۔

بورڈو کے ڈاکٹر ایم ابولاردو نے مقامی طبی مجلس کو اطلاع دی ہے کہ اس کے شہر مین توام لڑکے پیدا ہوئے ہین، جن مین سے ایک کے سب دانت نکلے ہین۔ اور دوسرے کو ۱۲ دنون کے بعد نکلنے شروع ہوئے۔ اس قسم کا واقعہ بہت کم ہوتا ہی چنانچہ طب کی کتابون مین اس قسم کے صرف ۵۰ واقعات درج ہین، اس کے متعلق خیال تھا کہ ایسا لڑکا جسمانی یا دماغی حیثیت سے بہتر ہوتا ہے، رچرڈ سوم، لوئس چاردہم مشہور فلسفی بیکاٹ اور ممتاز شاعر بائڈ بھی دانت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

اطالیہ کا مشہور مغنی کروسو اپنی حیرت انگیز دولت کے لئے مشہور ہے، وہ ۲۵- اگست سنہ ۱۹۲۱ء کو نیلپس مین مرا۔ اس نے گرامون کے ریکارڈس کے گانون کے سلسلہ مین جو معاوضے

پائے صرف اونکی تعداد ۴۴۵۰۰۰ پونڈ ہے۔

انگلستان کا محکمۂ جنگ اعلان کرتا ہو کہ گذشتہ جنگ سے اس وقت تک تقریباً

۳۶۰۰۰ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۱۴۵۰۰۰ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارون کی پیٹیان،

۱۷۸۰۰۰۰ سنہ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۴۷۰۰۰۰۰ برطانوی جنگی تمغے۔

اور ۴۵۵۰۰۰۰ وکٹری مڈل۔ تقسیم کئے گئے ہین، ان کے علاوہ

۲۲۰۰۰۰ سنہ ۱۹۱۴-۱۵ء کے ستارے،

۶۰۰۰۰۰ برطانوی فوجی تمغے،

اور ۴۵۰۰۰۰ وکٹری مڈل،

نو آبادیات کو بھیجے گئے۔ ۱۱۰۰۰۰ معمولی تمغے دیسی مزدورون مین منقسم ہوئے۔

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ذیل کے تمغے نمایان خدمات وشجاعت کے لئے عطا کیے گئے۔

۴۲۰۰۰ فوجی صلیبین (میلیٹری کراس) ۳۲۰۰۰ بہترین اخلاق کے تمغے، ۱۲۹۰۰۰ فوجی تمغے، ۲۹۰۰۰ نمایان خدمات کے تمغے، ۱۲۶۰۰۰ تمغے ان لوگون کو دئے گئے جن کا فوجی مراسلات مین تذکرہ تھا، اور ۱۵۰۰۰۰ چاندی کے تمغے زخمیون کو ملے،

ادبیات

مردانِ خدا، قدس اسرارھم

مثنوی ہمائے ہمایون، خواجوئے کرمانیؒ

مکرمی ـــــ السلام علیکم

مثنوی ہمائے ہمایون کے مطالعہ مین چند اشعار خاص طور پر پسند آئے دل چاہا کہ آپ کو بھی سنادون ملفوف ہین، مناسب ہون تو معارف کے ادبیات مین چھاپ دیجئے،

۱۳ رجب ۱۳۴۱ھ نیازمند حبیب الرحمٰن

خوشا سرفرازانِ کوتاہ دست — بزرگانِ خُرد و بلندانِ پست

مقیمانِ سیّاح و مردانِ راہ — گدایانِ عامی و خاصانِ شاہ

سلاطین نشانانِ خلوت نشین — اقالیم گیرانِ عزلت نشین

کواکب شناسانِ برجِ اَمل — جواہر فروشانِ دُرجِ ازل

صبوحی کشانِ شرابِ اَلست — امیرانِ مامور و ہُشیارِ مست

ہمہ نامدارانِ گم کردہ نام — ہمہ کامگارانِ نادیدہ کام

ہمہ بخت یارانِ بے بخت و رخت — ہمہ تاجدارانِ بے تاج و تخت

نخوردہ مئے و سرگران از شراب — درون کردہ معمور و بیرون خراب

جگر تشنہ و غرق آب آمدہ — زبان بستہ و در خطاب آمدہ

چو سوسن زبان آور، امّا خموش — چو بو خوش نفس لیک پشمینہ پوش

مُنزّہ ز حشمت - و لے محتشم — مبرّا ز حرمت و لے محترم

ہمہ دور نزدیک و نزدیک دُور — شدہ ایمن از نار و آئین ز نور

ہمہ شاہ خود را گدا ساختہ — ز خود رفتہ و باخدا ساختہ

خراب از شرابِ اَلست آمدہ — برون رفتہ ہشیار و مست آمدہ

گدایان و فارغ ز سلطان و شاہ — امیران و ایمن ز خیل و سپاہ

منازل شناسان راہ عدم — ترنم نوازان بزم قدم

چو یوسف بزندان و لیکن عزیز — نہ در دست چیزے نہ محتاج نیز

سر افگندہ چون شمع در زندگی — سر افراختہ در سر افگندگی،

زدہ ناوک و تیر در شست نہ — نگندہ سر و تیغ در دست نہ

بہ شام آمدہ چاشت از نیمروز — بہ چاشت رفتہ از شام در نیم روز

خدایا چو ہستم برین در غلام — درودم بریشان رسان والسلام

صدائے حسرت

نوشتہ اپریل ۲۳ء

ترے درد سے جس کو نسبت نہین ہے — وہ راحت مصیبت ہے راحت نہین ہے

جنونِ محبت کا دیوانہ ہون مین — مرے سر مین سودائے حکمت نہین ہے

ترے غم کی دنیا مین اے جانِ عالم — کوئی روح محرومِ راحت نہین ہے

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر — وہ بولے کہ اسکی اجازت نہین ہے

جھکی ہے ترے بارِ عرفان سے گردن — ہمین سر اٹھانے کی فرصت نہین ہے

یہ ہے اُن کے اک روئے رنگین کا پرتو
بہار طلسم لطافت نہین ہے

ترے سرفروشون مین ہے کون ایسا
جسے دل سے شوق شہادت نہین ہے

تغافل کا شکوہ کرون اُن سے کیونکر
وہ کہدینگے "تو بمروّت نہین ہے"

وہ کہتے ہین شوخی سے ہم دلربا ہین
ہمین دلنوازی کی عادت نہین ہے

شہیدانِ غم ہین سبکدوش کیا کیا
کہ اُس دل پہ بارِ ندامت نہین ہے

نمونہ ہے تکمیلِ حسنِ سخن کا
گہرباری طبع حسرت نہین ہے

کلامِ شاؔد

حضرت شاؔد عظیم آبادی

ہمین کیا ہوا جو بدل گئی بڑی حیرتون کا مقام ہے
کہ وہی فلک ہے وہی مین وہی صبح ہے وہی شام ہے

مین نشأ اپنے خیال پر، کہ بغیر مے کے ہین مستیان
نہ تو خم ہے پیشِ نظر کوئی نہ سبو ہے پاس نہ جام ہے

بڑی مشکلون سے ہوا ہے حل یہ کتاب عمر کا مسئلہ
انھین وصل غیر حلال ہے ہمین شب کی نیند حرام ہے

کسی خود پسند کے ہاتھ مین پڑے کوئی یہ دعا کرد
شب عمر اپنی بسر ہوئی، وہان صبح کی ابھی شام ہے

وہ کرے ذلیل کرے خجل، ہون بلا سے اس سے خرابیان
کہو شوق کو نہ کلام ہے، دلِ عاشق اوسکا مقام ہے

کوئی مر گیا تو یہ کہتے ہین کہ فلان نے نقل مکان کیا
یہی قول مان لین ہم اگر تو وجود جسم دوام ہے

اسی پیچ مین ہے دلِ حزین کہ قیامت آنیکو آئی بھی
ہو کہ اُن سے طالبِ دید ہم کہ کہین گئے مجمع عام ہے

کہین بے دہن ہے ترا لقب کہین کم سخن کا خطاب ہے
غرض اصطلاحات یہ کھل گئی کہ سکوت ہی مین کلام ہے

مین غلام اے ساقی مہ لقا ابھی میکشی کا ہے مسئلہ
وہی حکم دے تو حلال ہے وہی روک دے تو حرام ہے

سنون مین نصیحت بے محل کرون شاؔد ترک شراب کیون
نہ خدا ہے واعظ ہرزہ گو نہ رسول ہے نہ امام ہے

ملہ (کہ بیا ہے تغافل کی شکایت کرتا ہے)

اوراقِ پارینہ

جامع الاخلاق
پر
نظرِ ثانی

نوشتہ: مولوی سیّد مقبول احمد صاحب، ایم اے، ایس، ایف ار ایس اے

یہ ہیچ میرز عرصہ سے خاموش اور عزلت گزین تھا لیکن ماہ رجب کے رسالہ مین عنوان بالا (جس کو رعایت وزن سے **پارینہ اوراق** لکھنا بہتر ہوگا) سے **جامع الاخلاق** کا تذکرہ (یا زیادہ وسیع المعنی لفظ مین رپورٹ) دیکھ کر سطور ذیل تحریر کرنے پر مجبور ہوا،

مولوی قاضی عبدالودود صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اون کا نسخہ جامع الاخلاق کا پہلا اڈیشن ہے جو اردو ٹائپ مین مطبع احمدی کلکتہ سے ۱۲۶۲ھ مین مولوی غلام حیدر ساکن ہوگلی کے اہتمام سے شایع ہوا تھا جس کے صفحات کی تعداد ۲۶۰ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۷ سطرین ہین،

مولٰنا حکیم سیّد منظور احمد صاحب طاب ثراہ کا کتب خانہ واقع قصبہ شمشاد ضلع فرخ آباد جو بیشمار علمی و ادبی دفائن[ملہ] وخزائن کو اپنے دامن وسعت اور آغوش عنایت مین لیے ہوئے ہے بجا فخر کر سکتا ہے،

ملہ دفائن وہ نادر کتابین جن کے اوراق باہم دگر پیوست وچسپیدہ یا کرم خوردہ و بوسیدہ ہوگئے ہین خزائن جواب تک محفوظ اور اچھی حالت مین ہین کیا کوئی صاحب براہ کرم بتا کر مجھے شکر گزار فرمائین گے کہ (۱) پرانی قلمی کتابون کے حفظ و بقا کے لئے عام تدابیر کیا عمل مین لانا چاہئے (۲) جبکہ ارسیاہی یا کیڑون کی غارتگری سے جن کتابون کے ورق چسپ ایک ہوگئے ہین ان کو علحدہ

کہ اس مین بھی یہی جواہر ریزہ مگر ایک دوسری قطع و تراش کا موجود ہی۔ یہ اسی **جامع الاخلاق** یعنی **اخلاق جلالی** کے ترجمہ کا دوسرا اڈیشن ہے۔ اصل کتاب **لوامع الاخلاق فی مکارم الاخلاق** سے موسوم تھی اسی مناسبت سے ترجمہ کا نام جامع الاخلاق رکھا گیا۔ دوسرے اڈیشن کے سرورق پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے،

ھُوَالاوّل

نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہی، اور یہ ترجمہ ہی لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق عرف اخلاق جلالی کا اردو زبان مین سنہ ۱۲۲۰ بارہ سو بیس ہجری قدسی مین مطابق ۱۸۰۵ء اٹھارہ سو پانچ عیسوی[1] کے مولوی امانت اللہ مرحوم نے جو فورٹ ولیم کالج کے درمیان منشی تفریق ہندی تھے اُسکو ترجمہ کیا تھا، اب ۱۸۴۵ء مین حسب ارشاد فیض بنیاد صاحب والامناقب علیا مناصب قدر دان علم و ہنر ابر جود و سخا گستر جناب معلّی القاب سر ٹلنن صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ آگرہ کے سید اشرف علی واسطی مہتمم مطبع العلوم متعلقہ مدرسہ دہلی نے اسکو مطبع العلوم مین باہتمام اپنے

چھپوایا

اسی سرورق کو جو جدول و گل کاری سے تمام تر معرا ہے لوح کتاب بھی سمجھ لیجئے۔ کیونکہ ورق الٹنے پر پہلا صفحہ اور دیباچۂ مترجم شروع ہو جاتا ہی۔

یہ نسخہ لیتھو یعنی پتھر پر طبع ہوا ہے تقطیع بارہ انگشت لمبی اور سات انگشت چوڑی۔ تعداد صفحات ۲۶۱ ہے ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین، چارون طرف اکہری جدول۔ کاغذ سفید گندہ جس کی سفیدی باوجود مرور ایام و دست گردانیٔ مزاولت کے اب تک قائم ہے۔ قلم متوسط خط صاف نستعلیق جیسا آج کل علیگڈھ یونیورسٹی پریس کی مطبوعات کا ہوتا ہی۔ اغلاط مین بھی کمی نہین۔ کاتبون کا طریق عمل خوردہ بین کی گرفت سے یون بھی کم محفوظ رہتا ہی لیکن توقعات کو میدان تگاپو یہان فراخ تر ملے گا۔ اٹھارہ سو پانچ (۱۸۰۵ء) کو ہر جگہ ۱۸۵ء (بجائے صفر) لکھا ہی۔ یہ غلطی یا تو اس زمانہ مین علم حساب سے عام بے شعوری و کمی واقفیت کی بنا پر ہوئی ہی یا اس فرد فرید (خوشنویس) کی علم ہندسہ سے ناآگاہی و عدم مہارت سے۔ طابع نے صحت کا اسی قدر التزام فرمایا ہے کہ جو سطرین کہین کہین چھوٹ گئی تھین ان کو حاشیہ پر طول مین لکھا دیا ہی۔ اکثر فقرون کے ختم پر نقاطے چلیپا بنایا ہی۔ اس خط والے قلم نے علیہ السلام کا املائے مخفف "عم" اختیار کیا تھا یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے۔ فی زمانا صرف "ع" یا "عم" لکھتے ہین،

فرہنگ اصطلاحات جس کے آخر کتاب مین الحاق کا ارادہ بلکہ وعدہ مترجم نے فرمایا تھا طبع ثانی مین بھی مفقود ہے۔ غالباً کسی وجہ اتفاقی سے وہ باکمال اس کا تکملہ نہ کر سکا ورنہ قرین قیاس نہین ہی کہ طبع کرانیوالے مطلوبہ اضافہ کو اعتبار و اعتنا کی نگاہ سے نہ دیکھتے اور ترقی پذیر زبان کے شیدائی ایسے گنجینۂ معلومات سے اردو کو محروم رکھنا گوارا فرماتے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے اور مصنف کے احوال کا بیان" تو ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے مگر اس مین مصنف (یعنی مترجم) نے اپنے نسبت اس سے زیادہ ایک حرف نہین لکھا کہ "یہ دولت خواہ سرکار فیض آثار کمپنی بہادر دام اقبالہ کا شیخ امانت اللہ مترجم تفریق ہندی مدرسے کا ہی"۔ واقعہ یہ ہے اور اوسکی تصدیق گذشتہ صدی کے شروع کی تصانیف و تراجم سے ہوتی ہی کہ انگریزی عملداری کے ابتدائی دور مین رسمی (سرکاری)

(بقیہ حاشیہ) کرنے اور کارآمد بنانے کا کیا محفوظ طریقہ ہے (۳) آہنی حروف سے پرانے قسم کے کاغذ پر چھپی ہوئی کتابین قطعاً بے کار اور روز بروز ردی ہوتی جاتی ہین ان کا کاغذ خود بخود گلتا اور چھونے سے الگ ہوتا جاتا ہی، ان کی اصلاح و نگہداشت کس طرح کیجائے دورحاضر کی ضرورت ہی کہ اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ بلکہ رسالہ لکھا جائے۔

[1] ختم ترجمہ کی تاریخ ۲۰ جولائی ۱۸۰۵ء روز دوشنبہ ہے۔

طور پر اردو اور ہندی بھاشا مین کوئی فرق یا امتیاز نہین مانا گیا تھا، ملک کی عام زبان کا نام ہندوستانی بھی اس وقت تک وضع و تجویز نہین ہوا تھا۔ مروجہ زبان عموماً ہندی کہلاتی تھی جو بعد کو دفتری اور عدالتی زبان قرار دیے جانے پر اصلی نام یعنی اردو سے شہرت پا گئی۔ "تفریق" کو بجائے سکشن یا ڈیپارٹمنٹ کے

سمجھنا چاہئے" "صاحب مدرس تفریق ہندی مدرسہ عالیہ دام اقبالہ کے" " خدایگانی کپتان جیمس مونٹ تھے، غالبًا یہ صاحب فورٹ ولیم کالج کلکتہ مین اس صیغہ کے افسر اعلی یا کوئی بڑے استاد تھے اور شیخ صاحب ان کے ماتحت؛ جو بروایت خود زبان ریختہ مین ترجمہ کرتے تھے۔ اس وقت تک اس تعلیم گاہ کا شعبۂ السنۂ مشرقیہ صرف مدرسہ، یا مدرسہ عالیہ لکھا جاتا تھا، فورٹ ولیم کالج کے پرشوکت نام سے شرف اندوز نہین ہوا تھا شیخ صاحب غایت تواضع و انکسار سے اپنے کو "بندۂ" یا "بندے" لکھتے ہین۔ لیکن سادہ دل کاتب نے ہائے ہوز اور یائے معروف و مجہول کی تمیز ملحوظ نہ رکھنے سے بیچارے کو ہر جگہ "بندی" لکھا ہے۔ سنجیدہ سے سنجیدہ پڑھنے والا جب روانی اور تیزی سے مطالعہ کرتا ہوا ان مقامات پر گذرتا ہے تو کاتب کی ستم ظریفی اور شوخ مزاجی پر بے اختیار متبسم ہو جاتا ہے۔ انھون نے اپنے مولد و موطن یا آبا و اجداد کا ذکر نہین کیا نہ اپنی سرگذشت لکھی ہے۔ ترجمہ کی زبان بتاتی ہے کہ بالائے ہند کے باشندے تھے، نعت شریف کے انداز نگارش سے پایا جاتا ہے کہ مذہب شیعہ امامیہ رکھتے تھے لیکن کمال خوبی و قابلیت یہ ہے کہ ترجمہ مین معتقدات کا اظہار کسی پیرایہ سے نہین ہونے پاتا، اکابر دین و سلف کرام کے نام نامی اور ذکر گرامی دسی شان ادب اور پرداز عظمت سے لکھے ہین۔ جیسے محقق علامہ کے قلم سے نکلے تھے۔ اس ترجمہ سے پہلے ہدایت الاسلام کی پہلی جلد سے فارغ ہو چکے تھے خدا معلوم دوسری جلد لکھنے کی نوبت بھی پہنچی یا نہین۔ مثنوی کے خاتمہ مین اپنا تخلص رشید درج کیا ہے،

محقق دوانی کے "دیباچہ" اور "دعائے دولت حضرت خاقانی" اور "ذکر القاب ہمایون بادشاہزادۂ اسلام" وغیرہ کا ترجمہ فضول یا خلاف رضائے خدایگانی سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن آگے چل کر جہان جہان (تقریبًا چھ سات مقام پر) مصنف نے اپنے بادشاہ اور اسکی معدلت پیرائی و نصفت پژوہی کی تحسین و آفرین کی ہے مترجم نے بے کم و کاست تمام اس کا ترجمہ کر ڈالا ہے، یعنی عدم توجہ و التفات سے اوسکو خیرباد نہیں کہا وہ اوراق جو دعا و القاب کے قلم انداز کرنے سے سادہ رہتے تھے "مدح بڑے صاحب دام اقبالہ..." مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام ظلہ ابدًا ابدًا" اور "صاحب مدرس تفریق ہندی مدرسہ

عالیہ دام اقبالہ کی دعا" سے مالامال نظر آتے ہین، آیات قرآنی یا احادیث و اقوال و امثال عرب کو بھی نقل نہین فرمایا ہے معمولًا ان کے ترجمہ پر اکتفا و قناعت کی ہے، البتہ ادعیہ ماثورہ اس کلیہ سے مستثنی رہے۔ فارسی والا مقدمہ جو چار صفحے لیتا ترجمہ سے معاف رہا۔

شیخ صاحب نظم و نثر ریختہ دونون پر قدرت بلیغ رکھتے تھے۔ انکی شاعری محض سادہ، علمی، اخلاقی اور پند آموز تھی اس لیے ان مین وہ شوخی اور مقبولیت نہین پائی جاتی ہے جو اُن کے معاصر شعراء کے حصے اور داستانہائے عشق افزا کے صلے مین آئی تھی، اُن کے کلام پر نگاہ ڈالتے وقت یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ وہ ایک سرکاری کالج کے ذمہ دار استاد اور مترجم تھے پیشہ ور نغز گو نکتہ سنج، سخن طراز نہین۔ اسی کتاب مین مشہور اشعار فارسی یا مقولون کے ترجمے مین انھون نے بلاکد و کاوش اظہار کمال کیا اور جہان گنجائش پائی ہے رنگینی و گل افشانی سے بھی کام لیا ہے چند مثالین ملاحظہ ہون،

	ترجمہ	اصل
(۱)	غلام اپنے غلامون کا تو نہ ہو زنہار	بندۂ بندۂ خود تا نشوی غم بکش
	جہان تیرا غلام اور تو ہے شاہ جہان	زانکہ دنیاست ترا بندہ و تو سلطانی
(۲)	ع۔ آبرو جگ مین ہے تو جان جانا تم ہے	اَلنَّارُ وَلَا الْعَارُ
(۳)	ہم پر آسان ہے کہ کر بیٹھین بڑائی کا جو فخر	یھون علینا فی المعالی نفوسنا
	جو کہ چاہے دلہنون کو اسکی جاری کب ہو مہر	ومن خطب الحسناء لم یغلھا المھر
(۴)	بل بے، اے عشق کہن سال، تو ہر دم نو ہے	بلہ ای عشق کہن سال کہ ہر روز نوی
	تیری فرمان کے تابع ہے ہر اک پیر و جوان	زیر فرمان تو ہرجا کہ ضعیف است قوی
(۵)	مغرور مت ہو ہرگز، مال و جمال سے ہان	بر مال و جمال خویشتن غرہ مشو
	اک شب مین اسکو لے لین، اور اسکو ایک تپ مین	کان را بشبے برند و این را بہ تبے

(۶) مین بیٹا ہون اپنا میری ہی کنیت — انا ابن نفسی و کنیتی ادبی

ادب، مین عجم کا ہون یا مین عرب کا — من عجم کنت او من العرب

جوان ہی وہی جو کہے ہان کہ مین ہون — ان الفتے من یقول ھا انا ذا

نہ وہ ہی جو بولے کہ تھا باپ میرا — لیس الفتے من یقول کان ابی

(۷) سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو — از قضا سرکنگبین صفرا فزود

عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ — روغن بادام خشکی مے نمود

(۸) مرتا ہی کب وہ جو کہ ہوا زندہ عشق سے — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثابت ہی جاودانی ہماری کتاب مین — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۹) خوب دن وہ ہی کہ اس منزل ویران سے چلون — خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

ساتھ جانان کے چلون، راحت جانی پاؤن — راحت جان طلبم وز پے جانان بروم

ذرہ سا رقص کنان راہ طلب گاری مین — بہوائے رخ او ذرہ صفت رقص کنان

پہنچون مطلب کو گر اس چشمۂ خور تک پہنچون — تا لب چشمۂ خورشید درخشان بروم

(۱۰) سچ اس سے بہتر اور کیا ارشاد ہی، — ازین خوشتر چہ باشد حسن ارشاد

(۱۱) کون ایسی جا ہی، وان نہین اسکے جمال سے — جائے نتوان یافت کہ از عکس جمالش

پرتو، چمک، جھلک، جو کہو کائنات مین — بالا شجرے، دل حجرے، لب شکری نیست

(۱۲) عشق کے خم سے دیا، اسکے ازل مین اک جلم — در ازل از خم عشقش قدحے در دادند

چرخ کھاتے ہین فلک، در زمین مست گرے — زان فلک چرخ زنان گشت و زمین مست افتاد

(۱۳) تری جا دسب کے دلون مین بھری — قد دب حبک فی الاشیاء اجمعها

نہین کوئی تیرے ہی غم سے بری — مافی الوجود سوی من شفہ السجن

(۱۴) سچ و کیا جانے ہی ہر کوئی آئینہ بنانے کو — ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

(۱۵) غبار تن کا مرے ہی حجاب چہرۂ جان — حجاب چہرۂ جان می شود غبار تنم

خدا کرے کہ مین اس چہرہ سے نقاب اٹھاؤن — خوشا دمے کہ از ان چہرہ پردہ برفگنم

نہ یہ قفس ہی سزاوار عجبہ خوش الحان کا — چنین قفس نہ سزای من خوش الحان ست

ارم کا طائر قدسی ہون، اس چمن مین جاؤن — روم بگلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم

(۱۶) جو کچھ کہ ہی سو ہی عشق، کہتا ہون اور کہا ہے — عشق است ہر چہ ہست بگفتیم و گفتہ اند

دکھلا دے عشق تجھکو باغ وصال جانان — عشقت بوصل دوست رساند بضرب دست

(۱۷) وہ یار جو تھا پردۂ اسرار مین نہان — آن یار کہ در پردۂ اسرار نہان بود

اب سوکشش عشق سے آغوش مین آیا — از عالم یقین آمد و از نوش بہ آغوشش

(۱۸) جو اس میخانے مین لادے، تو خم کے خم ہی بیٹھ بنے — درین میخانہ گر آری خمی پر سازی از نیشش

اگر جام ایک ہی لا دی، سوا اس کے نہین پادے — وگر پیمانہ آری، بہ تو پیمانہ پیمایہ

۱۹ زندہ رکھتی جان و دل کو اسکی خوبی کی بہار — بہار عالم حسنش دل و جان زندہ می دارد

رنگ سے ظاہر ہین کو اور بو سے دل آگاہ کو — برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی

(۲۰) لے دوست اگر گذر ہو عدو کے جنازے پر — ای دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری

شادان نہ ہو کہ تجھ پہ بھی گذرے یہ ماجرا — شادی مکن کہ بر تو ہمین ماجرا رود

مجھے اعتراف ہی کہ مین نے ان ابیات و قطعات کے نقل کرنے مین مطبوعہ جامع الاخلاق کے املا کی پیروی نہین کی اور رفع التباس کے لئے ک، گ، ے، ی، ن، ت، س اور ص کا فرق کر دیا ہے۔ کاتب کے بے راہ رو قلم کے بدولت بعض بعض جگہ مفہوم کی غلطی سے بال بال بچا ہون۔

زن اور زنان کا ترجمہ رنڈی اور رنڈیان فرمایا ہی اور شوہر کا خصم ممکن ہی کہ یہ الفاظ اس دور مین ثقیل

ومعیوب نہ سمجھے جاتے ہون اور بقول مہدی مرحوم "آج بھی پنجاب مین یہ لفظ (رنڈی) بیوی یا عورت کے معنون مین استعمال ہوتا ہی" لیکن مین کہہ سکتا ہون کہ ثقاۃ کے نزدیک کبھی مقبول نہین ہوا اور سراپردگیان عصمت وعفاف کی شان ایسے فصیح وشایستہ کلمات سے ہمیشہ بلند وبرتر رہی ہے،

زبان کی سلامت، بیان کی روانی، اور کلام کا زور دکھانے لئے ترجمہ سے ایک حکایت نقل کرونگا،

اس مقام کے مناسب ایک نقل ہو کہ منصور بن نوح کو جو والی خراسان کا تھا وجع مفاصل عارض ہوا اور اس زمانہ کے بڑے بڑے طبیب دوا کرنے سے عاجز ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سے اسکی تدبیر نہین ہو سکتی۔ تب ارکان دولت کی رائے اس پر ٹھری کہ محمد ذکریا رازی سے جو راز دان قوانین طب کا ہی مشورت کیجئے، اور کسی کو اسکے لانے کے واسطے بھیجا، جس وقت دریائے شور کے کنارے پر آیا۔ ناؤ کی سواری سے ڈرنے لگا، آدمیون نے اس کے ہاتھ پاؤن باندھ کر کشتی مین ڈال دیا۔ بہر صورت دریا سے پار ہو کر حضور تک لائے۔ اگرچہ ہر طرح کی تدبیر کرنے مین کچھ قصور نہ کرتا تھا لیکن نتیجہ مراد کا حاصل نہ ہوتا۔ قرد سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ بعد اس کے بادشاہ سے عرض کی کہ ہر چند مین نے معالجہ جسمانی کئے پر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب تدبیر نفسانی باقی رہی ہے، اگر اس سے آرام ہو تو بہتر نہین تو کچھ بھروسا نہین دیکھتا ہون۔ یہ کہکر بادشاہ کو تنہا حمام کے درمیان لے گیا اور کہدیا کہ یہان کوئی نہ آوے، آخر جب حمام کی گرمی نے بادشاہ کے بدن مین تاثیر کی تب ایک چھری لیکر سامنے آیا۔ اور دشنام مغلظ دینے لگا اور کہا تو نے حکم دیا تھا کہ میرے ہاتھ پانون باندھ کر پانی مین ڈال دین اور بے حرمت کرکے کوسون کی راہ سے لاوین۔ اب مین اس چھری سے انتقام اوس کا تجھ سے لونگا، یہ بات سنتے ہی سلطان کی آتش غضب بھڑکی اور بے اختیار وہان سے اٹھا۔ محمد ذکریا نے جلد باہر آکر ایک پرزے کاغذ مین لکھ کر بادشاہ کے کسی خواص کو دیا اور کہا کہ شاہ کو باہر لاؤ جو اس مین لکھا ہے اسی تدبیر سے

عمل کرو۔ اور وہ مین تیز قدم گھوڑے پر سوار ہو کر خراسان سے باہر نکلا۔ آخر الامر بادشاہ اسی طریق سے تدبیر کرنے لگے کہ شفائے کلی حاصل ہوئی، سبب اس کا یہ ہے کہ مواد بلغمی کو جو موجب مرض کا تھا حرارت غضبی نے گرمی حمام کی مدد سے تحلیل کردیا، پھر بادشاہ نے ہر چند اُسے بلوایا۔ پر اُس نے ملاقات نہ کی اور عذر کر بھیجا کہ بندے نے خدمت سلطانی مین جو بے ادبی کی ہے وہ مصلحت علاج کے لئے تھی۔ شاید بادشاہ کبھی اسکو یاد فرماوے اور خاطر مبارک مین گرانی آئے تو بادشاہون کے قہر سے کسی طرح جان بر ہونا متصور نہین۔

اخلاق جلالی، مین علاج افراط شہوت کے ذیل اشراق مین علم الاعداد کی ایک اصطلاح آگئی تھی اسی واسطے اعداد متحابہ مین کہ وہ عبارت ہو ان دو عددون سے جنمین ہر ایک کے کسور ملکر دوسرے کے عین ہوتے ہین جیسے دو سو بیس اور دو سو چوراسی، حکیمون نے کہا ہے کہ اگر دو شخصون کو کسی امر مین اتفاق ہو ان دونون عددون پر کھانے کی چیزون مین سے یا ان کے غیر مین سے یا ہر ایک ان مین سے، ان دونون عددون سے کسی کے وفق عدد کو تختی مین لکھ دا کر اپنے پاس رکھے تو البتہ ان کے درمیان محبت اور دوستی پیدا ہو۔ چھوٹے عدد کو عاشق کے لئے اور بڑے کو معشوق کے واسطے مقرر کیا ہو،

اس مسئلہ کے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لیے کہ کسور سے یہان مراد کسر صحیح ہے بارہ سطرون کا نوٹ اور اس کے ساتھ یہ تحریر ہے:-

اخلاق جلالی، اور ترجمے مین اس کے اعداد متحابہ کا حساب نہ تھا اور اکثر طالب علم بیان گھبراتے تھے اسلیے خادم الطلبہ غلام حیدر نے اس حساب کو بیان وضاحت کے ساتھ لکھ کر لاحق کردیا تا کہ شایقون کو نفع پہنچے اور اس گنہگار کو ثواب،

بجائے حاشیہ یا آخر صفحہ پر لکھے جانے کے یہ اضافہ عین کتاب مین داخل وشامل ہوگیا ہے۔ یہ بزرگ

غالبًا وہی مولوی غلام حیدر باشندہ ہوگلی تھے جن کے اہتمام سے مطبع احمدی مین طبع اول کی نوبت پہنچی تھی اور اسی وقت اس نکتہ رسی اور عقدہ کشائی کی احتیاج ہوئی تھی۔

ترجمہ کتاب کو صفحہ ۲۵۸ پر دائرہ کے بعد ہی ختم کر دیا ہے۔ باقی صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ کی تزئین خاتمہ و مثنوی و قطعہ تاریخ اتمام (منجانب مترجم علام) سے کیگئی ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ "جولائی کی بیسوین دوشنبہ کے دن ۱۸۰۵ء اٹھارہ سے پانچ عیسوی مطابق ۱۲۲۰ھ بارہ سے بیس ہجری کے بہت محنت و جانفشانی اور فضل یزدانی کی مدد اور صاحبان عالی شان کے اقبال کی برکت سے اس ہیچمدان نے ××× ترجمے سے فراغت کی"، یا للعجب! کیا آج سے سوا سو برس پیشتر بھی یہی کیفیت تھی کہ شرفا صرف انگریزی تاریخ و ماہ کو جانتے اور لکھتے تھے۔ ایک مسلمان اہل علم کو سال ہجری کے سوا اون اور مہینہ سے اگاہی نہ تھی،

خاتمہ کے ان اشعار مین روئے سخن اپنے ممدوحین و اولیائے نعم کی طرف ہے:-

ہوا ہے دور مین اب اون کے اعتبار سخن — اور اُن کے عصر مین ہے پُر شد اقتدار سخن
نہ ہووین کیونکہ وہ اہل سخن کے قدرشناس — ہے جنکا باب کرم دہر مین مدار سخن
دُرِ کلام نہ لے جاؤن کیون نہ اُن کے در — کہ جن سے پاوے جلا، دُرِّ آبدار سخن
ہمیشہ اہل سخن کیونکہ وہان نہ ہون سرسبز — ہو جس مکان مین زر و سیم سے وقار سخن
جو مست بادۂ شیرین کلام ہے، لیوے — ہے میرے ہاتھ مین یہ جام خوشگوار سخن
زبان طعن نکالے جو مدعی اس پر — ہے اُسکے واسطے کافی یہ ذوالفقار سخن

مولوی سید منظور احمد صاحب مرحوم جنکی ژرف نگاہی مہمات امور اور جزئیات مین یکسان کام کرتی تھی پہلے ورق پر اپنے دستخط کرنے اور آخر کے سادہ صفحہ پر قلمبند فرماتے ہین کہ "بندہ سید منظور احمد در شہر دہلی ۱۳ر اکتوبر ۱۸۵۱ء عصہ خریدم" اس قیمت پر ایسی اچھی، اور اچھی چھپی ہوئی

کتاب کو کون گران کہہ سکتا ہے۔ کیا اجناس و غلات اور تمام لوازم حیات انسانی کے ساتھ اسباب تمدن و تعلم اور سامان طباعت و تہذیب بھی ارزان اور سہل الحصول تھا۔

اسی مجلد مین (جس مین شکست جلد سے اجزائے متفرق و اوراق منتشر کی شان پیدا ہوگئی ہے) اصل کتاب یعنی اخلاق جلالی کا فارسی نسخہ بھی شامل تھا جس کے بلا شمار و بے ترتیب اوراق اب بھی موجود ہین۔ یہ بھی اسی تقطیع اسی کاغذ پر اسی مطبع کا چھپا ہوا ہے مگر لکھائی گنجان ہے صفحات پر جو شمار ڈالا گیا ہے اوس کا عدد صفحہ آخر پر ۲۰۰ لکھا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ ختم کتاب یعنی دائرہ تک شمار ۱۹۲ تک پہنچکر صحیح قلمبند ہو چکا تھا۔ پچھلے چار صفحات پر بجائے ۱۹۳ لغایتہ ۱۹۶ کے سہو پسند کاتب ۱۸۵ لغایتہ ۱۸۸ لکھ گیا۔ اسی طرح ایک جگہ اور بھی مسامحہ ہوا ہے ص ۲۶ پر ۲۵ لکھ ڈالا ہے اس مین بھی ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین اور بلا جدول کے اس طرز پر لکھا گیا ہے جیسے اگلے زمانہ مین قلمی کتابین تحریر کی جاتی تھین حاشیہ پر کج سطرون مین لغات غریبہ کو حل کر دیا ہے اور آیات و اقوال و اشعار عربیہ کے معنے لکھ دئے ہین عربی کے ترجمون کا حواشی پر حوالہ دینے مین کوئی پابندی یا ترتیب ملحوظ نہین رکھی ہے نہ کوئی تسلسل پایا جاتا ہے۔ نمبر سلسلہ جو صرف آیات پر ڈالا گیا ہے کہین تو متعدد صفحات تک علی الاتصال چلا جاتا ہے حتی کہ ۲۴ و ۲۵ تک، کہین نیا سلسلہ "یا" نمبر سے چھیڑ دیا جاتا ہے اور ایک لغایتہ پانچ حساب سے خارج رہتے ہین۔ اقوال و امثال کے ترجمہ پر نمبر حسب سلسلہ یا لحاظ سے ڈالے گئے ہین کم از کم دو میرے فہم و ادراک سے باہر ہے لغات چونکہ معانی سے پہلے بلفظہا درج کر دئے گئے ہین اس لئے وہ حوالہ و شمار کی قرعہ اندازی سے معاف و سلامت رہے۔ متن کتاب سے اگر کوئی سطر کتابت مین چھوٹ گئی تھی تو اُسکو حاشیہ پر طولانی جگہ دیدی گئی ہے۔

افسوس ہے کہ اس کے چند اوراق (صفحہ ۱ لغایتہ ۲۴) گم ہین۔ سرورق یا تو سرے سے تھا ہی نہین یا کسی مستغرق فی الذات پڑھنے والے کی ادائے استغنا و سعادت پر نثار یا بزرگان جاوید دولت یعنی کتب خانہ کے نگران اعزہ کی شان بے نیازی و سوء التفات پر تصدق ہوگیا،

خاتمہ میں فارسی میں تحریر ہے کہ فقیر نثار علی کے اہتمام سے ۲۰ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۵۰ء کو مطبع العلوم مدرسہ دہلی میں چھاپی گئی۔ ان بزرگ کے روبرو چار پانچ صحیح نسخے موجود تھے مگر ایک دوسرے سے متفاوت ومختلف۔ ناچار خود تصیح کی اور جہان ضرورت پیش آئی باخبر حضرات یا بقول اون کے "اہل بلاغت" سے مشورہ وتحقیق کرکے درست کرلیا۔ چنانچہ حاشیہ پر ایک موقع پر حوالہ دیتے ہین کہ افصح الفصحا مولوی امام بخش صاحب صہبائی سے یہ تقریر خاکسار نثار علی نے سنی تھی" بظاہر یہ نسخہ فارسی بہتر اور جامع الاخلاق اردو کے نسخے سے زیادہ مکمل اور صحیح ہے،

اس کتاب کی تاریخ طبع بھی بتا چکا ہون لیکن یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولوی سید منظور احمد صاحب نے اس نسخہ کو دہلی مین بماہ دسمبر سنہ ۱۸۵۰ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۲۶۶ھ دو روپیہ قیمت پر خریدا تھا۔ میرے بھائیون کو حیرت ہے کہ جب ۱۳ جنوری کو ختم طبع کی نوبت پہنچی تھی تو دسمبر ما قبل مین حضرت مرحوم کی خریداری کیا معنی رکھتی ہے۔ میرا قیاس یہ ہے کہ یا تو اجزا جیسے ہی مطبع سے نکلتے گئے حضرت علیہ الرحمۃ اون کو لیتے اور بہ ترتیب رکھتے گئے ہین یا کسی دستور ومعاہدہ کے بنا پر پیشگی قیمت مطبع کو ادا کردی تھی جسکی یہ یادداشت ہے۔

تمہیدات وستائش ونیایش چھوڑ کر ترجمہ کے صفحات ۱۵۱ ۲ اور اصل کے ۱۸۹ ہوتے ہین، دونون کی ضخامت کا مقابلہ کرنے سے واضح ہوگا کہ باوصف ایجاز واختصار ترجمہ کا حجم اصل سے بہت بڑھ گیا ہو اور باین ہمہ اردو کتاب کی قیمت فارسی سے نصف رکھی گئی ہے۔ اس گران ارزی ومحبوبیت کی وجہ کچھ تو عوام الناس اور جماعت شرفا کا ذوق فارسی وشغف تعلم تھا مگر زیادہ تر طبقۂ فرمانروا اور اہل حل وعقد کا رجحان اور ایسی کتابون کو داخل درس ونصاب امتحان کرنا۔

یہ ۱۲×۷ انگشت کی متوسط تقطیع خوشنما اور لیسیر الحفظ معلوم ہوتی ہے اسی پیمانہ پر چند کتابون کا چھاپا جانا شاہد ہے کہ پون صدی پیشتر بھی سرکاری کالجون اور تعلیم گاہون کی درسی کتابون کے لئے ایک مناسب تقطیع قرار دیدی گئی تھی۔

سمدن کے اس عجائب زار علم وادب مین اخلاق جلالی کے متعدد نسخے موجود ہین، قلمی بھی پرانے مطبوعہ بھی اور جدید الطبع بھی۔ لیکن میرے تفحص وموازنہ مین سب سے صحیح اور قابل قدر نسخہ آہنی چھاپا خانہ دار الامارۃ کلکتہ کا مطبوعہ ۱۱ شوال سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۰ نومبر سنہ ۱۸۱۰ء کا ہے۔ مطبع یا مہتمم کا نام مندرج نہین۔ ختم پر ایک پھول کے اندر انگریزی حروف مین F I N I S لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۷۶ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۹ سطرین ہین۔ تقطیع کلان پندرہ انگشت لمبی گیارہ انگشت چوڑی۔ اس کے بہت سے درمیانی اوراق جابجا سے غائب تھے۔ اونکو دیرپا کاغذ اور دلکش خط سے لکھا کر نسخہ کو مولوی صاحب مرحوم نے مکمل ومجلد کرالیا تھا۔ لیکن مطبوعہ اوراق اب گل گئے اور سریع الفنا ہوتے جاتے ہین یعنی برگ خزان دیدہ کی طرح انگلیون کے ادنی حرکت سے پارہ پارہ ہوجاتے اور بکھر جاتے ہین۔

مطبع العلوم کس مدرسہ کے متعلق تھا؟ مدرسہ دہلی مین کہان واقع تھا؟ اور دیگر قدیم مطابع کے بارہ مین بعد کو گزارش کرون گا اور ان کمیاب مطبوعات ونوادر قلمی کی نسبت بھی جو سمدن کے سرچشمہ علوم وفنون مین مخزون ومحفوظ ہین۔

مطبوعات جدیدہ

نیرنگ خیال، شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کو حقائق کی طلسم بندی کا جو ملکہ تھا، اوسکی بہترین مثال اونکی نیرنگ خیال ہی، جس مین مولانا نے چند اخلاقی نصائح اور حکیمانہ مواعظ کو، خیالی انسانون کا لباس پہنا کر نمایان کیا ہے، نیرنگ خیال لفظون کا ایک عالم مثال ہی، جس مین ہمارے اعمال کی جیتی جاگتی تصویرین چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہین، اگرچہ یہ طرز بیان، مغربی لٹریچر سے اخذ کیا گیا ہی مگر مولانا کی جدت طرازی کا کمال یہ ہے کہ اونھون نے اس رنگ کو ہر حیثیت سے مشرقی مذاق کے مطابق بنا لیا ہے،

نیرنگ خیال کا پہلا حصہ مصنف کی حیات ہی مین شایع ہو چکا تھا، حال مین آغا محمد طاہر نے اس کا دوسرا حصہ شایع کیا ہے، اس حصہ مین مولنا کے پانچ مضمون ہین، جنت الحمقا، خوش طبعی، نکتہ چینی، مرقع خوش بیانی، سیر عدم، آخر مین، بقائے دوام کے عنوان سے آغا صاحب نے ایک مضمون اپنا بھی شامل کر دیا ہے۔ اس مین آپنے اردو کے ہر ادیب کا رتبہ اور درجہ، استعارات کی زبان مین بتایا ہے، بقائے دوام کے دربار مین، کرسی صدارت پر مولانا آزاد کو بٹھایا ہے، تو یہ اون کا حق تھا۔ مگر کیا "استاد علیہ الرحمۃ" کی بلند نظری سے اس کی امید ہو سکتی ہے، کہ

"مولانا شبلی نے کچھ ایسی چشمک سے نظر لڑائی کہ مولانا مسکرا دئے"

اس مضمون کو دیکھکر، آغا صاحب کے متعلق امید ہوتی ہے کہ آپ اپنے مرحوم دادا کی نقل اتارنے مین کامیاب ہو سکتے ہین، قیمت کتاب ۱۲ ار پتہ:- آزاد بک ڈپو۔ اکبری منڈی لاہور،

لغات اردو جلد اول، خواجہ محمد عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی ایک مدت سے لغات اردو کی تدوین مین مصروف ہین، آپ کی محنتون کا ثمرہ ۱۹۱۱ء کے طوفان لکھنؤ مین غرقاب ہو گیا، لیکن ان کی محنت برابر جاری رہی، اور اب وہ نحوی ترتیب پر پھر سے لغات اردو مرتب کر رہے ہین، جسکا پہلا حصہ حال مین شائع ہوا ہے، اس حصہ مین صرف مفرد مصادر جمع کیے گئے ہین، دوسری جلد مین مرکب مصادر کا بیان ہوگا، اردو مصادر مین ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بعض الفاظ کے ساتھ ان کے معانی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہین، عام بول چال مین جو معنی مراد لیے جاتے ہین وہ کچھ اور ہی ہوتے ہین، اس لیے مصدر کا بیان اردو مین بہت نازک ہوتا ہے، خواجہ صاحب نے اختصار کے باوجود نہایت آسانی سے اس دشواری کو حل کر لیا ہے ابتدا مین چند صفحون مین ضروری قواعد بھی بتائے ہین، فارسی آمدنامہ کی تقلید مین آپنے تصریفات دکھانے کے لئے (آنا) کو ترجیح دی ہے، آمدنامہ پر بھی اعتراض ہے کہ سب سے پہلے شدن۔ بودن، استن وغیرہ ان افعال کی تصریفات دکھانا چاہئے تھین جو اکثر صیغون کی ساخت مین کام آتے ہین، اسی طرح لغات اردو مین ضروری تھا کہ "آنا" سے پہلے "جانا" اور "ہونا" کی تصریفات دکھائی جاتین جو زبان مین کثیر الاستعمال ہین دوسرے قواعد نویسون کی طرح خواجہ صاحب نے بھی قواعد کے بیان مین عربی صرف و نحو کی تقلید کی ہی، مثلاً مفعول بہ کے علاوہ اردو مین چار قسم کے مفعول اور قرار دئے ہین، مفعول معہ، مفعول لہ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، ان چارون کو متعلقات فعل کے نام سے موسوم کیا ہی، بہتر ہوتا کہ "متعلق فعل" کی اصطلاح مین صرف وہ فقرے داخل ہوتے جو حروف ربط اور کسی اسم سے مل کر بنے ہون، اردو مین مفعول معہ کی کوئی علحدہ قسم قرار دینے کی ضرورت نہین، مفعول لہ کی مثال مین مصنف نے ایک جملہ پیش کیا ہے "مین زید کے سبب آیا" اس جملہ مین زید کو مفعول لہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ پورے فقرہ "زید کے سبب" کو متعلق فعل قرار دینا زیادہ بہتر ہی، مفعول لہ اردو مین انھین الفاظ کو بتانا چاہیے، جنکے آخر مین (آ) ہو وہ سبب فعل ظاہر کرتے ہون جیسے مین او با

چپ رہا" یا مین "تعظیماً کھڑا ہوگیا"،

اس کتاب مین صرف ان مصادر کو جمع کیا گیا ہے، جو فصحائے حال کی زبانون پر مستعمل ہین، متروک اور عامیانہ مصادر کو ترک کر دیا گیا ہے، ہندوستان کے دوسرے صوبون اور عام طلبہ کے لیے یہ کتاب مفید ہے، قیمت ۱۲ر پتہ :- خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت، احاطۂ خانساماں لکھنؤ

مکتوبات فرنگ، نانا صاحب پیشوا خاندان کے آخری فرمانروائے تمنی تھا، جسے انگریزون نے ولیعہدی سے محروم کر دیا تھا، ۱۸۵۷ء کے غدر مین جب کانپور پر باغیون نے حملہ کیا تھا تو نانا صاحب ان کے ساتھ مل گیا مگر شکست کھا کر کہین مفقود الخبر ہوگیا، نانا صاحب کو انگلستان کی ایک سیاسی خاتون نے اپنی محبت مین مبتلا کر لیا تھا، ایام بغاوت مین ایک انگریز افسر کو نانا صاحب کے چند اسباب مین وہ خطوط بھی مل گئے، جو اس انگریز خاتون نے بھیجے تھے، ان خطوط کو "مکتوبات محبت" کے نام سے ایک انگریزی خاتون مسز شان ٹون نے لندن مین شایع کرایا، "مکتوبات فرنگ"، انھین خطوط کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسمل نے بریلی سے شائع کیا ہے، قیمت لکھی نہین،

معیار، اسلام کے اسمٰعیلی مذہب کے پیرو جو ہندوستان مین پائے جاتے ہین اور جو زیادہ تر سندھ، ممالک متوسطہ، گجرات، اور بمبئی مین آباد ہین، وہ عموماً دو فرقون پر منقسم ہوئے ہین، سلیمانیہ اور داؤدیہ، ان کے درمیان بعض امور مین اختلافات ہین، ابھی حال مین داؤدیہ فرقہ کے بعض ارباب دولت اور علمبرداران مذہب کے درمیان بھی کچھ نزاعین پیدا ہوگئی تھین، مولوی قمر الحسن صاحب بجنوری نے معیار کے نام سے فرقہ داؤدیہ کے حالات اور جدید مناقشات کی رو داد لکھی ہے، اس مناقشہ کی جہان تک ہماری تحقیق ہے صرف اس قدر اصلیت ہے کہ پہلے فرقہ کے سیاہ و سپید کے مالک تمام تر داعی یا نائب امام ہوتے تھے، اب جدید روشنخیال واہل دولت اس کورانہ پیروی کے لیے تیار نہین، رسالہ کی لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے، قیمت ۱۰ر پتہ۔ اے، آر، احمد علی اینڈ سنس، کوتوالی، بازار۔ جبلپور